نخبة الفكر

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال:۱، نخبۃ الفکر: ص/۲

(الف) عبارت با اعراب: قَالَ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَالِمُ الْكَامِلُ الْحَافِظُ، وَحِيْدُ دَهْرِهٖ وَأَوَانِهٖ وَفَرِيْدُ عَصْرِهٖ وَزَمَانِهٖ، شِهَابُ الْمِلَّةِ وَ الدِّيْنِ، أَبُو الْفَضْلِ أَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ الْعَسْقَلَانِيُّ اَلشَّهِيْرُ بِابْنِ حَجَرٍ. أَثَابَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِهٖ وَكَرَمِهٖ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَزَلْ عَالِمًا قَدِيْرًا وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ الَّذِيْ أَرْسَلَهُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا، وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) خط کشیدہ الفاظ کے لغوی اور مرادی معنیٰ بیان کریں (ج) حافظ، حجت، حاکم اور محدث کی تعریف کریں پھر متن وشرح کا پورا نام ذکر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: شیخ الاسلام نے فرمایا جو مقتدیٰ، عالم باعمل، حافظ حدیث، اپنے زمانے کے منفرد، اپنے وقت کے بے مثال اور دین و مذہب کے ستارے ہیں، جن کی کنیت ابوالفضل، نام گرامی احمد بن علی عسقلانی اور شہرت ابن حجر سے ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل وکرم سے جنت مرحمت فرمائیں۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہی جملہ حمد وثنا کے مستحق ہیں جو ہمیشہ سے علم والے، قدرت والے، حق جل مجدہٗ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل کریں، جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی طرف خوش خبری سنانے والے

اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور آپ کے صحابہ کرام پر (رحمت نازل فرمائے) اور خدا تعالیٰ خوب سلام بھیجے۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کے لغوی و مرادی معنیٰ:

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الشیخ: (باب ضرب سے) بوڑھا ہونا۔

اور اصطلاح میں ہر وہ شخص جو اپنے فن میں کامل ہو، ہر چند کہ جوان ہو، بالفاظ دیگر شیخ بڑے کو کہتے ہیں، خواہ عمر کے اعتبار سے یا مرتبہ کے لحاظ سے۔

المراد هنا من "الشيخ" هو الكامل في فنه ولو شابًا.

الملة: اس کی جمع ملل ہے بمعنیٰ مذہب۔

اور ملت سے مراد توحید ایمانی کا راستہ۔ ارشادِ باری اس کی طرف غمازی کرتا ہے: ﴿وَاتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾.

الـدّيـن: اس کی جمع "ادیان" آتی ہے۔ اور دین کا مرادی معنیٰ ہے: احکامِ اسلام۔ ارشادِ باری اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے: ﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامِ﴾.

(ج) حافظ، حجت، حاکم اور محدث کی تعریف:

حافظ کی تعریف: جو کسی حدیث کو سنے تو جان لے کہ صحاح میں ہے یا غیر صحاح میں ہے اور ایک ہزار یا اس سے زائد احادیث کے معانی سے واقفیت رکھتا ہو.

(والحافظ من إذا سمع الحديث عرَف أنه في "الصحاح" أم في غيرها، وكان يحفظ ألف حديث فصاعدا بالمعنى.

حجت کی تعریف: جو شخص یہ کہہ دے کہ حدیث میں ایسا ہے، تو اس کی بات لوگوں میں حجت ہو، کوئی اس پر نکیر نہ کرے۔ **(والحجة من كان قوله: إن في الحديث كذا، حُجَّةً بين أقرانه لاينكرونه عليه).**

حاکم کی تعریف: حاکم ایسے محدث کو کہتے ہیں جو تمام احادیث مرویہ کا علم حاصل کر لے، سوائے اس کے کوئی چھوٹی موٹی بات رہ جائے۔ **(هو الذي أحاط علمه**

بجميع الاحاديث المروية، متنا وإسنادا وجرحًا وتعديلًا وتاريخًا).

نوٹ: شیخ عبدالفتاح أبوغدہ کے استاذ: شیخ عبداللہ غماری اور بہت سے حضرات نے مراتبِ محدثین میں سے "لفظ" حاکم" کا انکار کیا ہے؛ اس لیے کہ اس کا مادّہ حفظ کے کسی مرتبہ پر دلالت نہیں کرتا ہے۔

محدث کی تعریف: جو شیوخ حدیث کی اجازت سے کتبِ حدیث کے مطالعہ اور درس و تدریس کا خوب اہتمام کرتا ہو اور روایت کے ساتھ ساتھ درایت کی بھی معرفت رکھتاہ۔(فالمحدث في زماننا من كان كثير الاشتغال بمطالعة كتب الحديث، ودرسه، تدريسه بإجازة الشيوخ له، مع معرفة معاني الحديث روايةً ودرايةً. (تعليقات قواعد في علوم الحديث:۲۸)

اسم الكامل للمتن: "نُخْبَةُ الْفِكَرِ فِي مُصْطَلَحِ أَهْلِ الْأَثَرِ".

اسم الكامل للشرح: "نُزْهَةُ النَّظَرِ فِي تَوْضِيحِ نُخْبَةِ الْفِكَرِ فِي مُصْطَلَحِ أَهْلِ الْأَثَرِ.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال:۲، نخبۃ الفکر: ص/۳ (داخلہ ۱۴۴۳ھ)

(الف) عبارت بااعراب: اَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ التَّصَانِيْفَ فِي اِصْطِلَاحِ اَهْلِ الْحَدِيْثِ قَدْ كَثُرَتْ لِلْأَئِمَّةِ فِي الْقَدِيْمِ وَالْحَدِيْثِ فَمِنْ أَوَّلِ مَنْ صَنَّفَ فِي ذٰلِكَ الْقَاضِي أَبُوْمُحَمَّدِ الرَّامَهُرْمُزِيُّ كِتَابَهُ "الْمُحَدِّثَ الْفَاصِلَ" لٰكِنَّهُ لَمْ يَسْتَوْعِبْ وَالْحَاكِمُ أَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ النِّيْسَابُوْرِيُّ لٰكِنَّهُ لَمْ يُهَذِّبْ وَلَمْ يُرَتِّبْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کی توضیح کرتے ہوئے اُصولِ حدیث کی اور بھی کتابوں کا ذکر کیجیے اور بتائیے کہ ان میں سے کس کتاب کی جانب علماء نے سب سے زیادہ توجہ دی؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: حمد وصلوٰۃ کے بعد، اس میں شک نہیں کہ محدثین کی اصطلاح میں ائمہ متقدمین ومتأخرین کی تصانیف بکثرت ہیں؛ چنانچہ ان لوگوں میں سے جنہوں نے سب سے پہلے اس فن میں تصنیف کی، قاضی ابومحمد رامہرمزی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "اَلْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ" لکھی؛ لیکن انہوں نے (تمام فنون کا) احاطہ نہیں کیا، اور حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری بھی ہیں؛ لیکن انہوں نے منقح اور مرتب نہیں کیا۔ (تحفۃ القمر:۲۱)

(ب) عبارت کی وضاحت: اُصولِ حدیث تحریر کرنے کی داغ بیل تو حضرت امام شافعیؒ نے ڈال دی تھی اور انہوں نے متعدد مسائل سے بہت اہم بحث کی ہے۔ جیسے: امام شافعیؒ کی "الرسالہ" اور امام مسلمؒ کی "مقدمہ مسلم" وغیرہ؛ لیکن اس فن کی وہ مستقل تصنیفیں نہیں ہیں، اس کام کا مستقل آغاز تو چوتھی صدی ہجری میں ہوا، اس صدی میں بہت حضرات نے مستقل طور پر قلم اُٹھایا، جن میں قاضی ابومحمد رامہرمزی بھی ہیں، رہی یہ بات کہ سب سے پہلے حقیقتاً کس نے یہ کام کیا اس کا علم یقین کے ساتھ مصنفؒ کو نہیں ہوسکا؛ اس لیے وہ تعبیر اختیار کی ہے کہ جن لوگوں نے سب سے پہلے مستقل کتاب تصنیف کی ہے، ان میں قاضی ابومحمد رامہرمزی اور حاکم ابوعبداللہ ہیں اوّل الذکر کی کتاب کا نام "اَلْمُحَدِّثُ الْفَاصِلُ بَیْنَ الرَّاوِیْ وَالْوَاعِیْ" ہے اور ثانی الذکر کی کتاب کا نام "مَعْرِفَۃُ عُلُوْمِ الْحَدِیْثِ" ہے جو غیر منقح اور بے ترتیب ہے۔ اس کے بعد سلسلۂ تصنیف یوں ہی ہر دَور میں جاری رہا، جیسا کہ مصنف نے کتاب میں ذکر کیا ہے جو کہ ترجمہ سے واضح ہے۔ (تحفۃ القمر:۲۲)

(ب) اُصولِ حدیث کی اور چند کتابوں کے نام: اُصولِ حدیث کے متعلق تصنیف شدہ اور بھی چند کتابوں کے نام: (۱) "اَلْکِفَایَۃُ فِيْ عِلْمِ الرِّوَایَۃِ" جس کو خطیب ابوبکر البغدادیؒ نے روایت کے اُصول وضوابط سے متعلق لکھی ہے، (۲) "اَلْجَامِعُ

لِاٰدَابِ الشَّیْخِ وَالسَّامِعِ" اس کو بھی خطیب بغدادیؒ نے روایت کے طور وطریقوں سے متعلق لکھی ہے،(۳)"اَلْاِلْمَاعُ اِلٰی مَعْرِفَةِ الرِّوَایَةِ وَتَقْیِیْدِ السَّمَاعِ" قاضی عیاضؒ کی،(۴)"مَالَایَسَعُ الْمُحَدِّثَ جَهْلُهٗ" ابو حفص میانجیؒ کی،(۵)"مقدمہ ابن الصلاح" حافظ ابن الصلاحؒ کی۔

ان میں سے حافظ ابن الصلاح کی دوسری کتاب "مقدمہ ابن الصلاح" کی طرف علماء نے سب سے زیادہ توجہ دی۔ (تحفۃ القمر:۲۲)

سوال:۳،نخبۃ الفکر:ص/۴ (داخلہ۱۴۳۶ھ)

(الف)عبارت بااعراب: وَاِعْتَنٰی بِتَصَانِیْفِ الْخَطِیْبِ الْمُتَفَرِّقَةِ فَجَمَعَ شَتَّاتَ مَقَاصِدِهَا وَضَمَّ اِلَیْهَا مِنْ غَیْرِهَا نُخَبَ فَوَائِدِهَا فَاجْتَمَعَ فِيْ كِتَابِهٖ مَاتَفَرَّقَ فِيْ غَیْرِهٖ فَلِهٰذَا عَكَفَ النَّاسُ عَلَیْهِ وَسَارُوْا بِسَیْرِهٖ فَلَایُحْصٰی كَمْ نَاظِمٍ لَهٗ وَمُخْتَصِرٍ وَمُسْتَدْرِكٍ عَلَیْهِ وَمُعَارِضٍ لَهٗ وَمُنْتَصِرٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب)"اِعْتَنٰی" کی ضمیر کا مصداق متعین کرتے ہوئے مطلب لکھیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف)ترجمہ: حافظ ابن الصلاحؒ خطیب بغدادی کی مختلف تصنیفوں کی طرف متوجہ ہوئے، پھر ان کے منتشر مواد کو اکٹھا کیا اور ان کے ساتھ دوسری کتابوں سے چیدہ چیدہ فوائد بھی شامل کردیے؛ چنانچہ دوسری کتابوں میں جو باتیں بکھری پڑی تھیں، وہ سب ابن صلاح کی کتاب میں مجتمع ہوگئیں، اسی لیے لوگوں (محدثین) کی توجہ اس کی طرف جھک گئی، اور لوگ ان کے نہج پر چلنے لگے، تو شمار نہیں کیا جاسکتا کہ کتنے لوگوں نے اس کو نظم اور مختصر کیا، کتنوں نے اس کا تکملہ اور اقتصار کیا اور کتنوں نے اس کی مخالفت کی اور بہتوں نے اس کی معاونت کی۔

(ب) عبارت کی توضیح مع مصداق ضمیر "إعتنٰی":

فعلِ "إعتــنــی" کی ضمیر کا مصداق حافظ ابن صلاحؒ ہیں، یعنی انہوں نے علمِ حدیث کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی جو "مقدمۂ ابن صلاح" سے لوگوں کے درمیان معروف ہوئی، اس کی خصووصیات میں سے یہ ہے کہ اس کے تمام مباحث منقح اور مہذب ہیں اور اس سے بھی بڑی خصوصویت یہ ہے کہ یہ کتاب جامع المتفرقات ہے؛ اس لیے کہ خطیب بغدادیؒ کی متفرق کتابوں میں جو مضامین منتشر تھے، ان کو حافظ ابن صلاحؒ نے اکٹھا کیا اور اس کے ساتھ ساتھ خطیب بغدادی کی کتاب کے علاوہ دوسری کتابوں سے عطر کشید کر کے ساتھ ملا دیا، ان خصوصیات کی بنا پر محدثین نے اُصولِ حدیث میں مستقل کتابیں لکھنا ترک کر دیا؛ بلکہ تمام لوگ "مقدمۂ ابن صلاح" کو پکڑ کر بیٹھ گئے اور اس کے نقش قدم پر چلنے لگے۔

اور پھر اس کی مختلف انداز سے خدمت کی، کسی نے اس کے مضامین کو نظم میں پیش کیا جیسے علامہ عراقیؒ "الفیۃ الحدیث" کے اندر اور کتنوں نے اس کا اختصار یعنی اس کے تمام مضامین کو پہلے سے کم الفاظ میں بیان کیا جیسے حافظ ابن کثیرؒ نے "اختصار علوم الحدیث" کے اندر اور بہت حضرات نے اس کا استدراک یعنی جو باتیں ان سے چھوٹ گئی تھیں ان کی تلافی کر دی، جیسے حافظ ابن مغلطائی "اصلاح ابن صلاح" کے اندر، اور ایک بڑی تعداد نے ان کی مخالفت کی یا تو اس طرح، کہ ان کے مقابلہ میں ان کی جیسی کتاب تصنیف کی ہو، جیسے ابن ابی الدّم یا تو اس طرح کہ الفاظ و معانی پر اعتراض کیا جیسے حافظ ابن حجرؒ نے "النکت علی ابن الصلاح" کے اندر اور کچھ اللہ کے بندے ایسے ہیں جنھوں نے ابن الصلاحؒ کی کتاب پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دے کر ان کی نصرت وحمایت کی، جیسے: مصنف ابن حجرؒ نے "اَلتَّقْیِیْدُ وَالْإِیْضَاحُ لِمَا أُطْلِقَ وَأُغْلِقَ مِنْ کِتَابِ ابْنِ الصَّلَاحِ" کے اندر۔

(تحفۃ الفکر: ۲۷ بتغیر یسیر)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال:۴، نخبۃ الفکر: ص۴/ (داخلہ۱۴۳۲ھ)

(الف) عبارت بااعراب: فَسَأَلَنِی بَعْضُ الْإِخْوَانِ أَنْ أُلَخِّصَ لَهُمُ الْمُهِمَّ مِنْ ذٰلِکَ فَأَجَبْتُهُ إِلٰی سُؤَالِهِ رَجَاءَ الْإِنْدِرَاجِ فِيْ تِلْکَ الْمَسَالِکِ فَبَالَغْتُ فِيْ شَرْحِهَا فِي الْإِيْضَاحِ وَ التَّوْجِيْهِ وَنَبَّهْتُ عَلٰی خَبَايَا زَوَايَاهَا لِأَنَّ صَاحِبَ الْبَيْتِ اَدْرٰی بِمَا فِيْهِ، فَظَهَرَلِیْ اَنَّ إِيْرَادَهٗ عَلٰی صُوْرَةِ الْبَسْطِ أَلْيَقُ وَدَمْجَهَا ضِمْنَ تَوْضِيْحِهَا أَوْفَقُ فَسَلَكْتُ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةَ الْقَلِيْلَةَ السَّالِکُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) اور خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں (ج) مطلب بیان کرتے ہوئے مصنف اور متن کے نام بتائیے اور بتائیے کہ متن کس کتاب کی تلخیص ہے؟

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر مجھ سے بعض دوستوں نے طلب کیا کہ میں ان کے لیے مذکورہ کتب کے اہم مباحث کو ملخص کردوں؛ چنانچہ میں نے ان راہوں پر چلنے کی اُمید پر (جن پر محدثین چلتے ہیں) ان کی درخواست قبول کرلی اور ''شرح نخبہ'' کے اندر ایضاح وتوجیہ میں خوب مبالغے سے کام لیا، اور اس کے مخفی گوشوں پر متنبہ کیا؛ کیونکہ صاحبِ خانہ ہی اندرونِ گھر سے زیادہ واقف ہوتا ہے، پس میرے لیے یہ بات ظاہر ہوئی کہ ''شرح'' بسط و تفصیل کے ساتھ کرنا زیادہ لائق اور ''نخبہ'' کو اس کی توضیح کے ضمن میں داخل کرنا زیادہ موافق ہے؛ چنانچہ میں نے اسی نہج کو اختیار کیا جس پر چلنے والے لوگ بہت کم ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق:

(۱) تَوْجِيْهٌ: بمعنیٰ واضح کرنا، (صرف اللفظ إلى معناه المقصود) مصدر از باب تفعیل، مادہ: و، ج، ہ۔ مثال واوی۔

(۲) خبایا: "خبیة" کی جمع ہے، بمعنیٰ مخفی چیز۔(ماستر) مهموز اللام.

(۳) زَوایا: "زاوية" کی جمع ہے، بمعنیٰ گوشہ اور کونہ۔ ناقص یائی۔(ناحية البيت).

(۴) اَلْیَــقُ: باب ضرب یضرب سے اسم تفضیل واحد مذکر کا صیغہ ہے، لَاقَ یَلِیْقُ "لَیْقًا وَلِیَاقَةً" مناسب ہونا، موافق ہونا۔(أكثر ملائمة) اجوف یائی۔

(۵) دَمْجٌ: باب نصر ینصر کا مصدر دَمَجَ یَدْمُجُ دُمُوْجًا بمعنیٰ داخل کرنا، ملانا، مخلوط کرنا۔ وَالدَّمْجُ "إذا دخل في الشيئ واستتر فيه" صحیح۔

(٦) اَوْفَــقُ: باب حسب یحسب سے اسم تفضیل واحد مذکر کا صیغہ ہے، وَفِــقَ یَفِقُ وَفْقًا بمعنیٰ موافق ہونا، موافق پانا۔(أكثر موافقة) مثال واوی۔

(ج) عبارت کی تشریح: جن حضرات نے متن تصنیف کرنے کی درخواست کی تھی، انھیں حضرات نے شرح لکھنے کی بھی درخواست کی اور یہ کہ وہ شرح اس طرز کی ہو کہ متن کے جو لفظی اشارات اور معنوی خزانے مبتدی طلبہ پر مخفی ہیں، وہ اس شرح سے مکمل کھل جائیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:NewMadarsa.blogspot.com

چنانچہ میں نے ان کی یہ درخواست قبول کر لی اس اُمید پر کہ میں بھی اُصولِ حدیث میں تصنیف کرنے والوں کی صف میں شامل ہو جاؤں اور پھر ان کی درخواست کے مطابق "نخبۃ الفکر" کی شرح کے اندر لفظی اشارات اور معنوی نکات کی وضاحت اور اس کے مخفی گوشوں پر تنبیہ کرنے میں میں نے خوب مبالغہ کیا؛ کیونکہ صاحبِ خانہ ہی اندرونِ گھر کی چیزوں سے زیادہ واقف ہوتا ہے اور شرح شروع کرتے وقت اس بات کا خیال آیا کہ شرح کو متن سے الگ نہ رکھا جائے (جیسا کہ عام دستور ہے) بلکہ نخبہ کو اس کی شرح کے ضمن میں داخل کر کے ایک کتاب بنالی جائے؛ چنانچہ میں نے اسی نہج کو اختیار کیا جس پر چلنے والے تھوڑے لوگ ہیں۔ (تحفۃ القمر:۳۱)

مصنف، متن کا نام اور متن جس کتاب کی تلخیص ہے؟

مصنف کا نام: ابوالفضل احمد ابن علی العسقلانی "ابن حجر عسقلانیؒ" سے مشہور ہیں۔

متن کا نام: "نُخبَۃُ الفِکَرِ فِي مُصطَلَحِ اَھلِ الأَثَرِ"، متن مقدمہ ابن صلاح کی تلخیص ہے۔

سوال: ۵، نخبۃ الفکر: ص/۸ (داخلہ ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت با اعراب: فَإِذَا جَمَعَ هٰذِهِ الشُّرُوطَ الْأَرْبَعَةَ وَهِيَ عَدَدٌ كَثِيرٌ اَحَالَتِ الْعَادَةُ تَوَاطُئَهُمْ أَوتَوَافُقَهُمْ عَلَى الْكَذِبِ" رَوَوْا ذَالِکَ عَنْ مِثْلِهِمْ مِنَ الْإِبْتِدَاءِ إِلَى الْإِنْتِهَاءِ، وَكَانَ مُسْتَنَدُ إِنْتِهَائِهِمُ الْحِسَّ، وَإِنْضَافَ إِلٰى ذَالِکَ اَنْ يَصْحَبَ خَبَرَهُمْ إِفَادَةُ الْعِلْمِ لِسَامِعِهٖ فَهٰذَا هُوَ الْمُتَوَاتِرُ، وَمَاتَخَلَّفَتْ إِفَادَةُ الْعِلْمِ عَنْهُ، كَانَ مَشْهُورًا فَقَط، فَكُلُّ مُتَوَاتِرٍ مَشْهُورٌ مِنْ غَيْرِ عَكْسٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھتے ہوئے شروطِ اربعہ کی تعیین کیجیے اور بتایئے کہ متواتر اور مشہور میں کونسی نسبت ہے؟

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: پس جب خبر ان چاروں شرطوں کو جمع کرے، وہ شرطیں یہ ہیں: عددِ کثیر ہونا، جن کے کذب پر اتفاق کو عادت محال قرار دے، اس کو ابتداء سے لے کر انتہاء تک اپنے مثل رُوات سے بیان کریں، اور ان کا مدار کسی امرِ محسوس پر ہو اور ان چاروں شرطوں کے ساتھ ساتھ سامع کے لیے ان کی خبر کا مفیدِ یقین ہونا ہم دست ہو جائے تو یہی خبر متواتر ہے، اور جو خبر مفیدِ یقین ہونے سے قاصر ہو، وہ صرف مشہور ہے؛ لہٰذا ہر متواتر مشہور ہے اس کا برعکس (ہر مشہور متواتر) نہیں ہے۔

(ب) عبارت کا مطلب اور شروطِ اربعہ کی تعیین:

اس مقام سے مؤلف خبرِ متواتر کی شرطوں کی تفصیل کر رہے ہیں کہ اس کے لیے

چار شرطیں ہیں: (۱) سند کا کثیر غیر محصور ہونا (۲) رُوات کا اس قدر اور ایسا ہونا کہ ان کے جھوٹ پر اتفاق اور بلا قصد جھوٹ کے صدور کو عادت محال قرار دے (۳) ہر طبقے میں یعنی ابتداء، وسط اور انتہاء میں یہ کثرت اور کیفیت باقی رہے اور کوئی کمی اس میں نہ آئے، لہٰذا اگر اس میں زیادتی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں؛ بلکہ زیادتی تو عین مطلوب ہے۔ (۴) روایت کا منتہی امر محسوس ہو یعنی ابتدائی رُوات کسی چیز کو دیکھنا یا سننا بیان کریں، وہ خبر ایسی نہ ہو جو کہ عقل سے ثابت ہو سکتی ہو، جیسے اللہ تعالیٰ کا وجود اور ان کی صفات کا قدیم ہونا وغیرہ۔

پس جب کسی خبر میں یہ چار شرطیں جمع ہو جائیں اور ساتھ ساتھ اس خبر سے سامع کے لیے علمِ یقین حاصل ہو تو ایسی خبر کو "متواتر" کہا جائے گا اور جو خبر مفید یقین ہونے سے قاصر ہے وہ صرف مشہور ہے، تو گویا مصنفؒ کے نزدیک متواتر کے لیے پانچ شرطیں ہیں۔ (تحفۃ القمر: ۴۱)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

متواتر اور مشہور کے درمیان نسبت: متواتر اور مشہور کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، متواتر خاص ہے اور مشہور عام ہے، چنانچہ ہر متواتر مشہور ہے، اور ہر مشہور متواتر نہیں، یعنی "كُلُّ مُتَوَاتِرٍ مَشْهُوْرٌ وَلَيْسَ كُلُّ مَشْهُوْرٍ مُتَوَاتِرًا".

(تحفۃ القمر: ۴۱)

سوال: ۶، نخبۃ الفکر: ص/ ۱۰ (داخلہ ۱۴۳۰ھ)

(الف) عبارت با اعراب: اَلْمُتَوَاتِرُ وَهُوَ الْمُفِيْدُ لِلْعِلْمِ الْيَقِيْنِيِّ بِشُرُوْطِهٖ وَقِيْلَ لَايُفِيْدُ الْعِلْمَ إِلَّانَظَرِيًّا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں پھر بتائیں کہ "بشروطه" کا تعلق "المتواتر" سے ہے یا "المفيد" سے؟ (ب) علم ضروری ونظری کے درمیان مصنفؒ نے جو فرق کیا ہے آپ اس کو تحریر کریں؟

الجواب

(الف) ترجمہ: پہلا خبر متواتر ہے، اور وہ علم یقینی ''ضروری'' کا فائدہ دیتا ہے اپنی شرطوں کے ساتھ، اور بعض لوگوں نے کہا کہ علم نظری کا ہی فائدہ دیتا ہے۔

"بشروطه" کا تعلق:

(۱) "بشـــروطـــه" یہ "اوّل" سے متعلق ہے، تقدیر عبارت اس طرح ہے "الأوّل مع شروطه المتواتر" مطلب یہ ہے کہ پہلا یعنی وہ خبر جو سند کثیر غیر محصور کے ساتھ آئے اپنی شرطوں کے ساتھ متواتر ہے۔

(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ "بشروط المفید" سے متعلق ہو یعنی خبر متواتر مفید علم یقین اپنی شرطوں کے ساتھ ہے۔ (تحفۃ القمر:۴۶)

(ب) علمِ ضروری اور نظری کے درمیان فرق:

مصنفؒ کے بیان کے مطابق علمِ ضروری و نظری کے درمیان دو فرق ہیں: (۱) علمِ ضروری غور وفکر کے بغیر حاصل ہوتا ہے، اور علمِ نظری غور وفکر کے بعد حاصل ہوتا ہے (۲) علمِ ضروری ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے خواہ اس میں غور وفکر کی صلاحیت ہو یا نہ ہو، جبکہ علم نظری صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جس میں غور وفکر کی اہلیت ہو۔

(تحفۃ القمر:۴۸)

سوال: ۷، نخبۃ الفکر: ص/۱۱ (داخلہ ۱۴۲۶ھ)

(الف) عبارت بااعراب: ذَكَرَ اِبْنُ الصَّلَاحِ أَنَّ مِثَالَ الْمُتَوَاتِرِ عَلَى التَّفْسِيْرِ الْمُتَقَدِّمِ يَعِزُّ وُجُوْدُهُ إِلَّا أَنْ يُدَّعٰى ذَالِکَ فِيْ حَدِيْثِ "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" وَمَا ادَّعَاهُ مِنَ الْعِزَّةِ مَمْنُوْعٌ، وَكَذَا مَا ادَّعَاهُ غَيْرُهُ مِنَ الْعَدَمِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) "علٰی التفسیر المتقدم" کی تشریح کریں (ج) پھر عبارت کا مطلب لکھتے ہوئے ممنوع ہونے کی وجہ تحریر کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: حافظ ابن صلاحؒ نے ذکر کیا ہے کہ سابق تفسیر کے مطابق متواتر کی مثال کمیاب ہے؛ لیکن یہ کہ حدیث "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" کے سلسلے میں دعویٰ کیا جائے، ان کا کمیاب ہونے کا دعویٰ اور اسی طرح ان کے علاوہ کا نایاب ہونے کا دعویٰ ناقابلِ تسلیم ہے۔

(ب) "علی التفسیر المتقدم" کی تشریح: "تفسیر متقدم" سے ابن صلاحؒ کی مراد خبر متواتر کی وہ چار شرطیں جن کا ذکر سابق میں گزر چکا ہے۔ یعنی (۱) سندوں کا کثیر غیر محصور ہونا (۲) رواۃ کا اس قدر اور ایسا ہونا کہ ان کے جھوٹ پر اتفاق اور بلا قصد جھوٹ کے صدور کو عادت محال قرار دے (۳) ہر طبقہ میں رواۃ کی یہ کیفیت باقی رہے۔ (۴) روایت کا منتہیٰ امر محسوس ہونا یعنی آخر راوی کسی چیز کو دیکھنا یا سننا بیان کرے اور ساتھ ساتھ اس خبر سے سامع کو علمِ یقین حاصل ہو۔

(ج) عبارت کی توضیح: حافظ ابن صلاحؒ نے ذکر کیا ہے کہ متواتر کی مثال سابقہ شرطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نادر ہے؛ چنانچہ صرف حدیث "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ" کے بارے میں متواتر ہونے کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح علامہ حازمیؒ اور حافظ ابن حبانؒ کا دعویٰ یہ ہے کہ متواتر کی مثال معدوم ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس نظریہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ دعویٰ ناقابلِ تسلیم و ممنوع ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

ممنوع ہونے کی وجہ: مصنفؒ نے دونوں قولوں پر اس طرح رد کیا ہے کہ وہ اقوال مسلّم نہیں ہیں؛ کیونکہ ان کی بنیاد کثرتِ طرق کا قلتِ تتبع اور رجال کے ان احوال و

صفات سے عدمِ واقفیت ہے، جو تقاضا کرتے ہیں کہ ان رجال سے دانستہ یا غیر دانستہ کذب کے صدور کو عادت ناممکن قرار دے، اگر ان حضرات کو کثرتِ طرق اور رجال کے مذکورہ صفات واحوال کا علم ہوتا تو وہ ہرگز اس قسم کا دعویٰ نہیں کرتے۔ (تحفۃ القمر:۵۰)

ملاحظہ: حافظ ابن حجرؒ نے احادیثِ متواترہ کے ذخیرۂ حدیث میں بکثرت موجود ہونے کی ایک عمدہ دلیل ذکر کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بہت سی حدیث کی مشہور کتابیں ہیں جو دنیا کے ہر خطے میں اہلِ علم کے ہاتھوں میں متداول ومروّج ہیں۔ مثلاً صحاح ستہ، مسند امام احمد بن حنبل، صحیح ابن حبان، مؤطا امام مالکؒ، مؤطا امام محمد، مصنف عبدالرزاق وغیرہ ان کتابوں کی نسبت ان کے مصنفین کی طرف قطعی ہے، اگر مذکورہ کتابیں کسی حدیث کی تخریج پر متفق ہوجائیں یعنی ہر ایک مؤلف اس خبر واحد کو اپنی اپنی سند سے روایت کریں تو اس کی تعداد یقیناً ایسا ہوسکتی ہے کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق محال ہوجائے۔ اس طرح یہ طرق کے تعدد سے متواتر تک پہنچ جائے گا، اور اس قسم کی مثالیں ذخیرۂ احادیث میں ایک نہیں بے شمار ہیں، جیسے حدیث شفاعت، حدیثِ غسل رجلین، حدیث مسح علی الخفین، حدیث حوضِ کوثر۔ (تحفۃ القمر:۵۰)

سوال:۸، نخبۃ الفکر: ص/۱۲ (داخلہ ۱۴۲۴ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَالثَّانِيْ وَهُوَ اَوَّلُ اَقْسَامِ الْآحَادِ مَالَهٗ طُرُقٌ مَحْصُوْرَةٌ بِأَكْثَرَ مِنْ اِثْنَيْنِ وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ سُمِّيَ بِذٰلِكَ لِوُضُوْحِهٖ وَهُوَ الْمُسْتَفِيْضُ عَلٰى رَأْيِ جَمَاعَةٍ مِنْ اَئِمَّةِ الْفُقَهَاءِ وَمِنْهُمْ مَنْ غَايَرَ بَيْنَ الْمُسْتَفِيْضِ وَالْمَشْهُوْرِ بِأَنَّ الْمُسْتَفِيْضَ يَكُوْنُ فِيْ اِبْتِدَائِهٖ وَاِنْتِهَائِهٖ سَوَاءً وَالْمَشْهُوْرُ أَعَمُّ مِنْ ذَالِكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ غَايَرَ عَلٰى كَيْفِيَّةٍ اُخْرٰى.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) خبر مشہور اور مستفیض کی

تعریف اور وجہ تسمیہ تحریر کریں (ج) مذکورہ عبارت میں خبر مشہور اور مستفیض کے درمیاں جوفرق بیان کیا گیا ہے، اس کو مفصل تحریر کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: اور دوسری قسم جو کہ اخبار آحاد کی پہلی قسم ہے جس کی دو سے زیادہ سندیں ہوں اور محصور ہو، اور یہ محدثین کے نزدیک "مشہور" ہے، اس کا نام مشہور رکھا گیا ہے اس کے واضح ہونے کی وجہ سے۔ اور ائمہ فقہاء کی ایک جماعت کی رائے کے مطابق وہی خبر مستفیض بھی ہے اور بعض حضرات نے مستفیض اور مشہور کے درمیان اس طرح فرق کیا ہے کہ مستفیض وہ ہے جس کا ابتداء وانتہاء برابر ہو اور مشہور اس سے عام ہے اور بعض لوگوں نے دوسرے طریقہ پر فرق کیا ہے۔

(ب) خبر مشہور اور مستفیض کی تعریف مع وجہ تسمیہ:

خبر مشہور: خبر مشہور وہ ہے جس کے راوی ہر طبقہ میں دو سے زائد ہوں، مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں، یا اس سے علمِ یقینی بدیہی حاصل نہ ہو۔

هو مارواه ثلاثة فأكثر في كل طبقة مالم يبلغ حدا التواتر أو هو الخبر الذي تخلفت إفادة العلم عنه مع بقية شروط المتواتر.

(تيسير مصطلح الحديث: ۳۲)

وجہ تسمیہ: اس کو مشہور اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ ہر شخص کے سامنے واضح اور ظاہر وباہر ہو جاتی ہے۔ (تحفۃ الفکر: ۵۲)

خبر مستفیض: "بقول بعض حضرات" خبر مستفیض کی بھی وہی تعریف ہے جو خبر مشہور کی ہے یعنی جس کے راوی ہر طبقے میں دوس زائد ہوں؛ مگر تواتر کی تعداد سے کم ہوں، اور بعض کے نزدیک خبر مستفیض وہ خبر ہے جس کے ہر طبقے میں راویوں کی تعداد یکساں ہو کسی طبقہ میں کم زائد نہ ہوئی ہو مثلاً: سند کے شروع میں راویوں کی تعداد چار

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:NewMadarsa.blogspot.com

ہے تو آخر تک ہر طبقہ میں تعداد چار ہی رہی ہو کم وبیش نہ ہوئی ہو۔ (تحفۃ الدرر:۱۱)

وهو ماروٰاه أكثر من اثنين ويكون رواته سواءً في العدد.

وجہ تسمیہ: اس خبر کو مستفیض اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ماخوذ ہے: "فَاضَ الْمَاءُ يَفِيضُ فَيْضًا" سے جس کا معنیٰ ہے پانی کی رَوآنا، کثرت سے بہنا اور "فَاضَ الْخَبَرُ" کا معنیٰ ہوا خبر کا پھیلنا تو چونکہ مذکورہ خبر دو سے زیادہ لوگوں کے روایت کرنے کی وجہ سے عوام وخواص میں پھیل جاتی ہے؛ اس لیے اس کو مستفیض کہا جاتا ہے۔

(تحفۃ القمر:۵۴)

(ج) مستفیض اور مشہور کے درمیان فرق:

(۱) خبرِ مستفیض کی اگر پہلی تعریف مانی جائے تو مشہور اور مستفیض کے درمیان تساوی کی نسبت ہے۔

(۲) اور اگر مستفیض کی دوسری تعریف مانی جائے تو مشہور اور مستفیض کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، مستفیض خاص ہے اور مشہور عام ہے؛ چنانچہ ہر مستفیض مشہور ہوگی؛ لیکن ہر مشہور مستفیض نہیں ہوگی۔

سوال:۹، نخبۃ الفکر: ص/۱۳ (داخلہ ۱۴۲۵ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَالثَّالِثُ: اَلْعَزِيزُ وَهُوَ أَنْ لَايَرْوِيَهُ أَقَلُّ مِنْ إِثْنَيْنِ عَنْ إِثْنَيْنِ وَسُمِّيَ بِذٰلِكَ إِمَّا لِقِلَّةِ وُجُوْدِهٖ وَإِمَّالِكَوْنِهٖ اعَزَّ أَیْ قَوِیَ بِمَجِيْئِهٖ مِنْ طَرِيْقٍ آخَرَ، وَلَيْسَ شَرْطًا خِلَافًا لِمَنْ زَعَمَهٗ وَهُوَ أَبُوْ عَلِيِّ الْجُبَّائِيُ مِنَ الْمُعْتَزِلَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) خبرِ عزیز کی تعریف اور وجہ تسمیہ لکھیں (ج) اور "لَيْسَ شَرْطًا الخ" کی وضاحت کر کے بتائیں کہ "مَنْ زَعَمَهٗ" سے کون مراد ہیں اُن کا مسلک بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: تیسری قسم خبر عزیز ہے، اور وہ ایسی خبر ہے جس کو دو راوی سے کم روایت نہ کریں دو راوی کے واسطے سے، اور اس قسم کا نام ''عزیز'' رکھا گیا یا تو اس کے کمیاب ہونے کی وجہ سے یا اس کے قوی ہونے کی وجہ سے یعنی وہ دوسری سند سے آنے کی وجہ سے قوی ہو جاتی ہے، اور عزیز ہونا خبر کے صحیح ہونے کے لیے شرط نہیں ہے، یہ بات ان لوگوں کے خلاف ہے، جن کا گمان شرط ہونے کا ہے۔ اور وہ (گمان کرنے والا) معتزلہ میں سے ابو علی جبائی ہے۔

(ب) خبر عزیز کی تعریف مع وجہ تسمیہ:

خبرِ عزیز کی تعریف: خبر عزیز وہ خبر ہے جس کے راوی دو ہوں، خواہ ہر طبقہ میں دو ہی دو ہوں یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہو گئے ہوں؛ مگر کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوئے ہوں۔ (تحفۃ الدرر: ۱۲)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

وجہ تسمیہ:

(۱) اگر عزیز ''عَزَّ الشَّیُٔ یَعِزُّ عِزًّا وَعَزَازَة'' (باب ضرب) سے ماخوذ ہے تو اس کا معنیٰ ہے کمیاب ہونا، اس معنیٰ کے اعتبار سے اس کو عزیز اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دوسری احادیث کے مقابلہ میں کمیاب اور قلیل الوجود ہے۔

(۲) اور اگر یہ ''عَزَّ الشَّیُٔ یَعَزُّ'' (باب فتح وسمع) سے ماخوذ ہے تو اس کا معنیٰ ہے قوی و مضبوط ہونا، اس معنیٰ کے لحاظ سے اس کا نام ''عزیز'' رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ دوسری سند سے آنے کی وجہ سے وہ قوی و مضبوط ہو جاتی ہے۔ (تحفۃ الفکر: ۵۹)

(ج) ''وَلَيْسَ شَرْطًا الخ'' کی وضاحت: اس عبارت سے مؤلفؒ ان حضرات کی تردید کر رہے ہیں (جنہوں نے حدیث کے صحیح ہونے کے لیے عزیز ہونا شرط قرار دیا ہے) کہ حدیث کے صحیح ہونے کے لیے عزیز ہونا یعنی کم از کم دو سندوں کا

ہونا شرط نہیں ہے غریب حدیث بھی صحیح ہوسکتی ہے، جبکہ اس کا راوی معتبر ہو اور صحت کی جملہ شرائط اس میں موجود ہوں۔

"مَنْ زَعَمَهُ" سے مراد اور اُن کا مسلک:

"من زعمه" سے ابو علی جبائی معتزلی اور ابراہیم بن علیہ مراد ہیں، ان کا مسلک یہ ہے کہ حدیث کے صحیح ہونے کے لیے عزیز ہونا شرط ہے، اگر کوئی حدیث ایک ہی سند سے آئے جس کو محدثینؒ کی اصطلاح میں غریب کہا جاتا ہے صحیح نہیں ہوسکتی ہے۔

سوال: ۱۰، نخبۃ الفکر: ص/۱۵ (داخلہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَفِيهَا أَيْ فِي الْأُحَادِ الْمَقْبُوْلُ وَهُوَ مَايَجِبُ الْعَمَلُ بِهِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَفِيهَا الْمَرْدُوْدُ وَهُوَ الَّذِىْ لَمْ يَرْجَحْ صِدْقُ الْمُخْبِرِ بِهِ لِتَوَقُّفِ الْاِسْتِدْلَالَ بِهَا عَلَى الْبُحْثِ عَنْ أَحْوَالِ رُوَاتِهَا دُوْنَ الْأَوَّلِ وَهُوَ الْمُتَوَاتِرُ، فَكُلُّهِ مَقْبُوْلٌ لِإِفَادَتِهِ الْقَطْعَ بِصِدْقِ مُخْبِرِهِ بِخَلَافِ غَيْرِهِ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) اخبار کی آحاد کے دو قسم پر منقسم ہونے اور متواتر کے منقسم ہونے کی دلیل کی وضاحت کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: اور اخبارِ آحاد ہی کی ایک قسم مقبول ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس پر جمہور کے نزدیک عمل واجب ہے (شرط یہ ہے کہ اس کے خلاف کا قرینہ نہ ہو) اور اسی میں مردود ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس کے مخبر کا سچا ہونا راجح نہ ہو اس لیے کہ اخبار آحاد سے استدلال ان کے رُوات کے احوال کی تفتیش پر موقوف ہے نہ کہ پہلی قسم سے استدلال جو کہ متواتر ہے لہٰذا تمام متواتر مقبول ہے، اس کے اپنے مخبر کے واقعی صدق کا وہ فائدہ دیتی ہے برخلاف اس کے علاوہ اخبارِ آحاد کے۔

(ب) اخبار کی آحاد کے دو قسم پر منقسم ہونے اور متواتر کے منقسم ہونے کی دلیل:

اخبارِ آحاد کی دو قسمیں مقبول و مردود: اس لیے ہیں کہ اخبار آحاد سے اس وقت استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے جب تک کہ اس کے رُوات کے احوال کی تحقیق و تفتیش نہ کر لی جائے۔

اور ظاہری بات ہے کہ جب رُوات کے احوال کی تحقیق کی جائے گی تو تمام رُوات ثقہ نہیں نکلیں گے؛ بلکہ بعض خبر واحد کے تمام رُوات ثقہ ہوں گے، لہٰذا ان کی حدیث مقبول ہوگی اور بعض خبر واحد کے تمام رُوات یا بعض رُوات ثقہ نہیں ہوں گے، لہٰذا ان کی حدیث مردود ہوگی۔ (تحفۃ القمر:٦٩)

اور خبر متواتر اس لیے منقسم نہیں ہے؛ کیونکہ خبر متواتر سے استدلال اس کے رُوات کے احوال کی تحقیق پر موقوف نہیں ہے؛ بلکہ جو خبر بھی حد تواتر کو پہنچ جائے اس سے استدلال درست ہے، لہٰذا تمام متواتر مقبول ہی ہوگی، کوئی بھی مردود نہیں ہوگی۔ (تحفۃ القمر:٧٠)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال: ۱۱، نخبۃ الفکر: ص/۱۷ (داخلہ ۱۴۲۷ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَقَدْ يَقَعُ فِيهَا مَا يُفِيدُ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ بِالْقَرَائِنِ عَلَى الْمُخْتَارِ خِلَافًا لِمَنْ اَبٰى ذٰلِكَ وَالْخِلَافُ فِي التَّحْقِيقِ لَفْظِيٌّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، فِيهَا کی ضمیر کا مرجع بھی تحریر کریں

(ب) خلافِ لفظی کا مطلب بیان کرتے ہوئے بتلائیں کہ یہاں پر کس طرح خلافِ لفظی ہے؟

الجواب

(الف) ترجمہ: اور بسا اوقات اس میں ایسی خبر بھی آتی ہے جو بقول مختار قرائن کی وجہ

سے علم نظری کا فائدہ دیتی ہے، یہ ان حضرات کے خلاف ہے جنھوں نے قول مختار کا انکار کیا ہے، درحقیقت یہ خلافِ لفظی ہے۔

"فِيهَا" کی ضمیر کا مرجع: فِیھا میں "ھا" کا مرجع اخبار آحاد ہے۔

(ب) خلافِ لفظی ہونے کی تشریح: حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ اختلاف لفظی ہے حقیقی نہیں؛ اس لیے کہ محققین نے جو یہ کہا ہے کہ خبر واحد مفید علم ہے ان کی مراد علم سے "علم نظری" ہے اور جمہور نے جو یہ کہا کہ خبر واحد مفید علم نہیں ہے، اور انہوں نے لفظ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کیا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ متواتر کے علاوہ یعنی تمام اخبار آحاد اپنی ذات کے اعتبار سے مفید ظن ہیں، اور چونکہ انہوں نے اس بات کی نفی نہیں کی ہے کہ جو خبر واحد قرائن کے ساتھ ملی ہوئی ہو وہ راجح ہوتی ہے مقابلہ میں جو قرائن سے خالی ہو؛ اس لیے کہ خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو جمہور کے نزدیک بھی مرتبۂ افادۂ ظن سے ترقی کر کے افادۂ علم ویقین کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے، لہٰذا دونوں قولوں میں حقیقی اختلاف نہ رہا، خلاصہ یہ کہ نفی کا محل ذات کے اعتبار سے مفید علم ہونا ہے اور اثبات کا محل قرائن کے ساتھ مفید علم ہونا ہے، دونوں میں کوئی حقیقی اعتراض نہیں ہے۔ (تحفۃ القمر:۷۵)

سوال:۱۲، نخبۃ الفکر: ص/۱۷ (داخلہ ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَقَدْ يَقَعُ فِيهَا مَا يُفِيدُ الْعِلْمَ النَّظَرِيَّ بِالْقَرَائِنِ عَلَى الْمُخْتَارِ خِلَافًا لِمَنْ اَبٰى ذٰلِكَ وَالْخِلَافُ فِي التَّحْقِيقِ لَفْظِيٌّ؛ لِاَنَّ مَنْ جَوَّزَ اِطْلَاقَ الْعِلْمِ قَيَّدَهُ بِكَوْنِهٖ نَظَرِيًّا وَهُوَ الْحَاصِلُ عَنِ الْاِسْتِدْلَالِ، وَمَنْ اَبَى الْاِطْلَاقَ خَصَّ لَفْظَ الْعِلْمِ بِالْمُتَوَاتِرِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) اخبار آحادِ مُنضمّ بالقرائن کے مفیدِ علم ہونے کے بارے میں اختلاف لکھیں (ج) اور لفظی ہونے کی تشریح کر کے علمِ نظری کی تعریف کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: اور بسا اوقات اس میں ایسی خبر بھی آتی ہے جو بقول مختار قرائن کی وجہ سے علم نظری کا فائدہ دیتی ہے، یہ ان حضرات کے خلاف ہے جنھوں نے قول مختار کا انکار کیا ہے، درحقیقت یہ خلافِ لفظی ہے؛ اس لیے کہ جنھوں نے (خبر واحد کے مفاد پر) علم کے استعمال کو جائز قرار دیا، انھوں نے اس کو نظری کے ساتھ مقید کیا، جو کہ استدلال سے حاصل ہوتا ہے اور جنھوں نے اس استعمال کا انکار کیا، انھوں نے لفظ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کیا ہے۔

(ب) اخبار آحاد مُنْضَمّ بالقرائن کے مفید علم ہونے کے بارے میں اختلاف:

اخبارِ آحاد منضم بالقرآئن کے مفید علم ہونے کے بارے میں ائمہ کرامؒ کے مابین اختلاف ہے۔

(۱) جمہور کی رائے یہ ہے کہ مفید یقین نہیں ہیں خواہ ان کے ساتھ قرائن ملے ہوئے ہوں یا نہ ہوں؛ بلکہ وہ ہر حال میں یکساں یعنی مفید ظن ہیں۔

(۲) محققین حضرات جن میں حافظ ابن حجرؒ بھی ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ اگر قرائن نہ ملے ہوئے ہوں تو مفید ظن ہیں، اور اگر قرائن ملے ہوئے ہوں تو خبر واحد مفید یقین ہے اور یہ یقین نظری ہوگا جو کہ غور وفکر اور استدلال سے حاصل ہوتا ہے، یقین بدیہی نہیں ہوگا۔

(ج) خلافِ لفظی ہونے کی تشریح: حافظ ابن حجرؒ کی رائے یہ ہے کہ مذکورہ اختلاف لفظی ہے حقیقی نہیں؛ اس لیے کہ محققین نے جو یہ کہا ہے کہ خبر واحد مفید علم ہے ان کی مراد علم سے ''علم نظری'' ہے اور جمہور نے جو یہ کہا کہ خبر واحد مفید علم نہیں ہے، اور انہوں نے لفظ علم کو متواتر کے ساتھ خاص کیا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ متواتر کے علاوہ یعنی تمام اخبار آحاد اپنی ذات کے اعتبار سے مفید ظن ہیں، اور چونکہ انہوں نے اس

بات کی نفی نہیں کی ہے کہ جو خبر واحد قرائن کے ساتھ ملی ہوئی ہو وہ راجح ہوتی ہے مقابلہ میں جو قرائن سے خالی ہو؛ اس لیے کہ خبر واحد جو محتف بالقرائن ہو جمہور کے نزدیک بھی مرتبۂ افادۂ ظن سے ترقی کر کے افادۂ علم ویقین کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے، لہٰذا دونوں قولوں میں حقیقی اختلاف نہ رہا، خلاصہ یہ کہ نفی کا محل ذات کے اعتبار سے مفید علم ہونا ہے اور اثبات کا محل قرائن کے ساتھ مفید علم ہونا ہے، دونوں میں کوئی حقیقی اعتراض نہیں ہے۔ (تحفۃ القمر:۷۵)

علمِ نظری کی تعریف: علمِ نظری وہ علم ہے جو کہ قرائن میں غور وفکر اور استدلال سے حاصل ہوتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال:۱۳، نخبۃ الفکر: ص/۱۸ (داخلہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت با اعراب: اَلْخَبَرُ الْمُحْتَفُّ بِالْقَرَائِنِ أَنْوَاعٌ مِنْهَا: مَاأَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ فِيْ صَحِيْحَيْهِمَا مِمَّالَمْ يَبْلُغْ حَدَّ التَّوَاتُرِ، فَإِنَّهُ أُحْتُفَّ بِهٖ قَرَائِنُ، مِنْهَا: جَلَالَتُهُمَا فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ، وَتَقَدُّمُهُمَا فِيْ تَمْيِيْزِ الصَّحِيْحِ عَلٰى غَيْرِهِمَا، وَتَلَقِّى الْعُلَمَاءِ لِكِتَابَيْهِمَا بِالْقَبُوْلِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) صحیحین کی احادیث کے ساتھ یہ تین قرائن ہیں، ان کی تشریح کریں پھر "تلقی العلماء لکتابیهما" کی تفصیل کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: وہ خبر واحد جو قرائن سے ملی ہوئی ہو اس کی متعدد قسمیں ہیں: ان میں سے ایک وہ خبر جس کی تخریج شیخینؒ نے اپنی صحیحین میں کی ہیں جو کہ حد تواتر کو نہ پہنچی ہو، اس قسم کے ساتھ بہت سے قرائن لوگ ہوئے ہیں (۱) شیخینؒ کی علمِ حدیث

میں جلالت وعظمت شان (۲) اور صحیح حدیث کو غیر صحیح سے ممتاز کرنے میں شیخین کا دوسروں پر فائق ہونا (۳) اور علماء کا ان کی کتابوں کو شرف قبولیت سے نوازنا۔

(ب) قرائن کی وضاحت:

صحیحین کی احادیث کے ساتھ تین قرائن متصف ہیں:

(۱) علم حدیث اور نقد رجال میں شیخین کی عظمت وجلالتِ شان۔

(۲) حدیث صحیح کو سقیم سے ممتاز کرنے میں ان کا اپنے معاصرین ومتأخرین سے فائق ہونا۔

(۳) علماء اور اہلِ علم کا ان کی صحیحین کو دیگر کتابوں کے مقابلے میں شرفِ قبولیت سے نوازنا۔ (تحفۃ القمر:۷۷)

"تلقّی العلماء لکتابیهما" کی تفصیل:

"تَـلَقِّي الْعُلَمَاءِ لِكِتَابَيْهِمَا" کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حدیثوں کا نفس الامر میں آپ کا کلام ہونا متعین ہے۔

سوال: ۱۴، نخبۃ الفکر: ص ۲۲ (داخلہ ۱۴۳۷ھ)

(الف) عبارت با اعراب: ثُمَّ الْغَرَابَةُ إِمَّا اَنْ تَكُوْنَ فِيْ أَصْلِ السَّنَدِ أَوْلَا، (فَالْأَوَّلُ) اَلْفَرْدُ الْمُطْلَقُ كَحَدِيْثِ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ، تَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ يَنْفَرِدُ بِهٖ رَاوٍ عَنْ ذٰلِكَ الْمُنْفَرِدِ كَحَدِيْثِ شُعَبِ الْإِيْمَانِ تَفَرَّدَ بِهٖ أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَتَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنْ أَبِيْ صَالِحٍ (وَالثَّانِيْ) اَلْفَرْدُ النِّسْبِيُّ.

(الف) عبارت پر اعراب لگاکر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھتے ہوئے "حديث النهي عن بيع الولاء" اور "حديث شعب الإيمان" میں غرابت کی وضاحت کریں (ج) فردِ نسبی کی تعریف کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر غرابت یا تو سند کے شروع میں ہوگی یعنی اس جگہ میں جہاں سند کا مدار و مرجع ہو، تو پہلی قسم فرد مطلق ہے جیسے ولاء کو بیچنے اور ہبہ سے ممانعت کرنے کی حدیث اس کو حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار منفرد ہیں، اور کبھی اس کو روایت کرنے میں منفرد سے روایت کرنے والا بھی منفرد ہوجاتا ہے، جیسے ''شعب الایمان'' کی حدیث اس کو روایت کرنے میں حضرت ابو ہریرۃؓ سے ابو صالح منفرد ہیں، اور ابو صالح سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار منفرد ہیں اور دوسری قسم فردِ نسبی ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مطلب:

فردِ مطلق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں یعنی طبقۂ تابعین میں غرابت ہو بایں طور کہ صرف ایک ہی تابعی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، (هو الحديث الذي رواه عن الصحابي تابعيٌّ واحد فقط، سواءٌ إستمرّ التفرد أم لا، بأن روى عنه جماعةٌ) جیسے حدیث شریف ''اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَايُبَاعُ وَلَايُوْهَبُ وَلَايُوْرَثُ'' (ولاء ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح وہ نہ بیچی جاسکتی ہے نہ بخشش کی جاسکتی ہے اور نہ ہی میراث میں دی جاسکتی ہے) اس حدیث کو حضرت ابن عمرؓ سے صرف عبداللہ بن دینار (مشہور تابعی) روایت کرتے ہیں۔ (تحفۃ الدرر:۱۴)

فردِ مطلق جو غرابت اصل سند میں ہوتی ہے وہ کبھی نیچے تک باقی رہتی ہے جیسے:
''اَلإيمان بضع و سبعون شعبة فأفضلها قول لاإله إلا الله، وأدناها إماطة الأذىٰ عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان''.

اس حدیث کا نام حدیث شعب الایمان ہے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے روایت کرنے میں ابو صالح منفرد ہیں اور ابو صالح سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار بھی منفرد ہیں۔

فردِ نسبی کی تعریف: فردِ نسبی وہ حدیث ہے جس کی سند کے درمیان میں غرابت ہو بایں طور کہ اس حدیث کو صحابی سے ایک سے زیادہ تابعی روایت کریں؛ مگر تابعین کے بعد کسی طبقہ میں کوئی راوی منفرد ہو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال: ۱۵، نخبۃ الفکر: ص/۲۲ (داخلہ ۱۴۳۵ھ)

(الف) عبارت با اعراب: فَالْأَوَّلُ: اَلْفَرْدُ الْمُطْلَقُ كَحَدِيْثِ النَّهْيِ عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ، تَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَقَدْ يَنْفَرِدُ بِهٖ رَاوٍ عَنْ ذٰلِكَ الْمُنْفَرِدِ كَحَدِيْثِ شُعَبِ الْإِيْمَانِ تَفَرَّدَ بِهٖ أَبُوْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَتَفَرَّدَ بِهٖ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ وَقَدْ يَسْتَمِرُّ التَّفَرُّدُ فِيْ جَمِيْعِ رُوَاتِهٖ أَوْ أَكْثَرِهِمْ وَفِيْ مُسْنَدِ الْبَزَّارِ وَالْمُعْجَمِ الْأَوْسَطِ لِلطَّبَرَانِيِّ اَمْثِلَةٌ كَثِيْرَةٌ لِذٰلِكَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) پھر فرد اور غریب کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ بیان کرتے ہوئے ان کے درمیان اگر کوئی فرق ہو تو واضح کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: پہلی قسم فرد مطلق ہے جیسے ولاء کو بیچنے اور ہبہ سے ممانعت کرنے کی حدیث اس کو حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار منفرد ہیں، اور کبھی اس کو روایت کرنے میں منفرد سے روایت کرنے والا بھی منفرد ہو جاتا ہے، جیسے ''شعب الایمان'' کی حدیث اس کو روایت کرنے میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ابو صالح منفرد ہیں، اور ابو صالح سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار منفرد ہیں، بسا اوقات

تمام یا اکثر رواۃ میں تفرد مسلسل باقی رہتا ہے، "مسند البزار" اور طبرانیؒ کی "المعجم الأوسط" میں اس کی متعدد مثالیں ہیں۔

(ب) فردِ مطلق کی تعریف مع مثال:

فردِ مطلق: وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں یعنی طبقۂ تابعین میں غرابت ہو بایں طور کہ صرف ایک ہی تابعی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، (هو الحديث الذي رواه عن الصحابي تابعيٌّ واحد فقط، سواءٌ إستمرّ التفرد أم لا، بأن روى عنه جماعةٌ) جیسے حدیث شریف "اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ لَايُبَاعُ وَلَايُوْهَبُ وَلَايُوْرَثُ" (ولاء ایک قرابت ہے نسبی قرابت کی طرح وہ نہ بیچی جاسکتی ہے نہ بخشش کی جاسکتی ہے اور نہ ہی میراث میں دی جاسکتی ہے) اس حدیث کو حضرت ابن عمرؓ سے صرف عبداللہ بن دینار (مشہور تابعی) روایت کرتے ہیں۔ (تحفة الدرر:۱۴)

فردِ مطلق جو غرابت اصل سند میں ہوتی ہے وہ کبھی نیچے تک باقی رہتی ہے جیسے: "اَلإيمان بضع و سبعون شعبة فأفضلها قول لاإله إلا الله، وأدناها إماطة الأذىٰ عن الطريق والحياء شعبة من الإيمان".

اس حدیث کا نام حدیث شعب الایمان ہے اس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں ابو صالح منفرد ہیں اور ابو صالح سے روایت کرنے میں عبداللہ بن دینار بھی منفرد ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

فرد اور غرب کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

غریب مشتق ہے غرابت سے کہا جاتا ہے: "غرب الشخص عن وطنه اى بعُد"، یعنی وہ شخص جو اپنے وطن سے دُور رہے۔ اور فرد کے لغوی معنیٰ طاق اور منفرد کے ہیں۔ (نزہۃ النظر:۵۵)

حدیث غریب کی اصطلاحی تعریف: حدیث غریب وہ ہے جس کا راوی

صرف ایک ہو خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی ایک ہو، یا کسی بھی طبقہ میں ایک رہ گیا ہو (هُوَ مَايَنْفَرِدُ بِرِوَايَتِهِ رَاوٍ وَاحِدٌ). (تیسیر مصطلح الحدیث: ۲۸)

غریب اور فرد میں فرق: لغت کے اعتبار سے تو دونوں لفظ مترادف ہیں؛ مگر محدثین عام طور پر فرد کا لفظ "فرد مطلق" کے لیے استعمال کرتے ہیں، فرد نسبی کے لیے لفظ "فرد" بہت کم استعمال کرتے ہیں، اس کے لیے زیادہ تر "غریب" استعمال کرتے ہیں، یہ اصطلاحی فرق صرف لفظ فرد اور لفظ غریب کے استعمال میں ہے، ان کے مشتقات کے استعمال میں کوئی فرق نہیں ہے، دونوں کے لیے "تَفَرَّدَ بِهِ فُلَانٌ" اور "أَغْرَبَ بِهِ فُلَانٌ" استعمال کرتے ہیں۔ (تحفۃ الدرر: ۱۴)

سوال: ۱۶، نخبۃ الفکر: ص ۲۴ (داخلہ ۱۴۳۴ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَخَبَرُ الْآحَادِ بِنَقْلِ عَدْلٍ تَامِّ الضَّبْطِ مُتَّصِلَ السَّنَدِ غَيْرَ مُعَلَّلٍ وَلَاشَاذٍّ هُوَ الصَّحِيحُ لِذَاتِهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) خط کشیدہ پانچوں الفاظ کے لغوی و مرادی معنیٰ بیان کریں (ج) فوائد قیود کے بیان کے ساتھ صحیح لذاتہ کی مذکرہ تعریف کی وضاحت کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: اور خبر واحد جس کو ایسے ثقات لوگ روایت کریں جن کا ضبط تام ہو اس حدیث کی سند متصل ہو، نیز وہ معلل اور شاذ نہ ہو، وہی صحیح لذاتہ ہے۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کے لغوی و مرادی معنیٰ:

(۱) **عَدْلٌ:** باب ضرب یضرب کا مصدر یہاں مصدر بمعنیٰ اسم فاعل، عادل (انصاف کرنے والا) مراد ہے۔ اصطلاحِ حدیث میں عادل وہ مسلمان شخص ہے

(خواہ مرد ہو یا عورت) جس میں ایسی قوت وملکہ ہو جو اس کو تقویٰ اور مروت کو لازم پکڑنے پر اُبھارتی ہے۔ هُوَ مَنْ لَهُ مَلَكَةٌ تَحْمِلُهُ عَلٰى مُلَازَمَةِ التَّقْوٰى وَالْمُرُوْءَةِ. (نزہۃ النظر:۲۴)

(۲) ضبط: ضبط کے لغوی معنیٰ خوب حفاظت کرنا، اچھی طرح سے یاد رکھنا، اور...... کسی چیز کو دل ودماغ یا تحریر وغیرہ کے ذریعہ محفوظ کرلینا۔

والضبط نوعان: (۱)ضبط صدر، وهو أن يُثبِت ماسمعه بحيث يتمكّنُ من استحضاره متى شاء. (۲)وضبط كتاب: وهو صيانته لديه منذ سمع فيه وصحّحه إلى أن يؤدِّيه منه. (نزہۃ النظر:۲۵)

(۳) متصل: "متصل" باب افتعال سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے بمعنیٰ جوڑنے والا اور یہاں مراد وہ سند ہے، جو مسلسل ہو کوئی راوی سلسلۂ سند سے ساقط نہ ہوا ہو، بلکہ ہر راوی نے اپنے شیخ سے براہِ راست حاصل کیا۔

هو ماسَلِمَ اسناده من سقوط فيه بحيث يكون كل من رجاله سمع ذلك المروى من شيخه. (نزہۃ النظر:۲۵)

(۴) معلل: معلل لغت میں ایسی چیز کو کہتے ہیں جس میں کوئی علت یعنی خرابی ہو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

محدثین کی اصطلاح میں معلل اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں کوئی ظاہری یا مخفی خرابی ہو جو صحتِ حدیث کے لیے نقصان دہ ہو۔

هو الحديث الذي اُطُّلِعَ فِيْهِ عَلٰى عِلَّةٍ تَقْدَحُ فِيْ صِحَّتِهِ مَعَ أَنَّ ظَاهِرَهُ السَّلَامَةُ مِنْهَا. (علوم الحدیث:۹۰)

(۵) شاذ: شاذ کے لغوی معنیٰ وہ شخص جو تنہا ومنفرد ہو، محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس میں ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے خواہ اس کا ثقہ ہونا کیفیت کے اعتبار سے ہو یا کمیت کے اعتبار سے۔

مَارَوَاهُ الْمَقْبُوْلُ مُخَالِفًا لِمَنْ هُوَ أَوْلٰى مِنْهُ. (تیسیر مصطلح الحدیث:۱۲۳)

(ج) فوائد قیود: صحیح لذاتہ کی تعریف میں پانچ قیود ہیں جن سے تین وجودی اور دو عدمی ہیں:

(۱) پہلی قید: راوی کا عادل ہونا ہے، اس سے غیر عادل کی روایت صحیح لذاتہ ہونے سے نکل گئی، مثلاً وہ شخص جس کا ضعف معروف ومشہور ہو، یا وہ مجہول العین یا مجہول الحال ہو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(۲) دوسری قید: تام الضبط ہونا، جس سے مغفل کی روایت خارج ہوگئی جو کہ بہت زیادہ غلطی کرتا ہو، وہ اس طرح کہ موقوف کو مرفوع کردے، مرسل کو موصول کردے وغیرہ، اسی طرح قلیل الضبط، راوی کی روایت بھی نکل گئی؛ کیونکہ اس کی روایت، حسن لذاتہ ہوتی ہے۔

(۳) تیسری قید: متصل السند ہونا، اس سے مرسل، منقطع، معضل اور ان لوگوں کی ذکر کردہ معلق خارج ہوگئی، جنہوں نے اپنی کتاب میں حدیث صحیح ذکر کرنے کا التزام نہیں کیا ہے۔

(۴) چوتھی قید: معلل نہ ہونا اس سے حدیث معلل خارج ہوگئی۔

(۵) پانچویں قید: شاذ نہ ہونا اس سے شاذ روایتیں خارج ہوگئیں۔

(تحفۃ القمر:۹۷)

سوال:۱۷، نخبۃ الفکر: ص/۲۴ (داخلہ ۱۴۲۷ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَ خَبَرُ الْاٰحَادِ کَالْجِنْسِ وَ بَاقِيْ قُيُوْدِهٖ كَالْفَصْلِ وَقَوْلُهٗ "بِنَقْلِ عَدْلٍ" إِحْتِرَازٌ عَمَّا يَنْقُلُهٗ غَيْرُ الْعَدْلِ وَقَوْلُهٗ "هُوَ" يُسَمّٰى فَصْلًا يَتَوَسَّطُ بَيْنَ الْمُبْتَدَإِ وَالْخَبَرِ يُؤْذِنُ بِأَنَّ مَابَعْدَهٗ خَبَرٌ عَمَّاقَبْلَهٗ وَلَيْسَ بِنَعْتٍ وَقَوْلُهٗ "لِذَاتِهٖ" يَخْرُجُ مَايُسَمّٰى صَحِيْحًا بِأَمْرٍ خَارِجٍ عَنْهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) ضمیر فصل کس کو کہتے ہیں اس کی وضاحت کریں (ج) تقویٰ اور مروت کی تعریف کرتے ہوئے بتائیے کہ ضبط معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب

(الف) ترجمہ: اور ''خبر الآحاد'' جنس کی طرح اور باقی قیود فصل کی طرح ہیں، اور مصنف ؒ کا قول ''بنقل عدل'' کی قید اس حدیث کو نکالنے کے لیے ہے جس کو غیر عادل روایت کرے، اور مصنف کا قول ''ھو'' اس کو فصل کہا جاتا ہے جو مبتدا و خبر کے درمیان آتا ہے یہ بتانے کے لیے کہ اس کا مابعد اپنے ماقبل کی خبر ہے صفت نہیں ہے، اور ''لذاتہ'' کا قول اس حدیث کو نکالنے کے لیے ہے جس کو امر خارج کی وجہ سے صحیح کہا جائے۔

(ب) **ضمیرِ فصل کی تعریف مع وضاحت:** ضمیر فصل اس ضمیر کو کہتے ہیں جو مبتدا اور خبر کے درمیان آتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اس کا مابعد اپنے ماقبل کی خبر ہے، صفت نہیں ہے، اس کو لانے کی شرط یہ ہے کہ خبر یا تو معرفہ ہو جیسا کہ کتاب میں ذکر شدہ مثال میں ''ھو الصحیح لذاتہ'' یا خبر اسم تفضیل ہو جس کا استعمال ''مِنْ'' کے ساتھ ہو جیسے ''زید ھو افضل من عمرو''۔

یہ ضمیر فصل واحد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں اپنے ماقبل کے موافق ہوتا ہے جمع مذکر کی مثال کے لیے ''وَاُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ''

(ج) **تقویٰ اور مروّت کی تعریف:**

تقویٰ: ان تمام اعمال سے بچنے کو تقویٰ کہا جاتا ہے جو شرعاً مذموم ہوں، جیسے: شرک، فسق اور بدعت وغیرہ۔

مروّت: ان تمام اعمال سے پرہیز کرنا مروت کہلاتا ہے جو عرفاً مذموم ہوں،

جیسے: ایک دولقمہ کی چوری، راستہ چلتے ہوئے کھانا پینا، راستے پر بول و براز کرنا، سرِ عام قہقہہ لگانا اور کبوتر بازی وغیرہ کرنا۔

ضبط معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ کسی راوی کے بارے میں اگر یہ معلوم کرنا ہو کہ وہ ضابط ہے یا نہیں، تو اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ اس کی روایتوں کا معروف ثقہ حضرات کی روایتوں سے موازنہ اور مقابلہ کیا جائے، اگر اس کی تمام یا اکثر روایتیں ثقہ کی روایت کے معنیٰ کے اعتبار سے کم از کم موافق ہوں، تو وہ راوی ضابط ہے، ورنہ تو غیر ضابط ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح:۸۶)

تنبیہ: ''صحیح لذاتہ'' کی تعریف میں ضبط کے تام ہونے کی شرط اس لیے لگائی ہے کہ صحیح لذاتہ چوں کہ سب سے اعلیٰ قسم ہے؛ اس لیے اس میں ضبط بھی اعلیٰ درجے کا ہونا چاہیے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال:۱۸، نخبۃ الفکر: ص/۲۶ (داخلہ ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت بااعراب: **(الف) عبارت بااعراب:** وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهُ أَيْ الصَّحِيْحُ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ هٰذِهِ الْأَوْصَافِ الْمُقْتَضِيَةِ لِلتَّصْحِيْحِ فِي الْقُوَّةِ، فَإِنَّهَا لَمَّا كَانَتْ مُفِيْدَةً لِغَلَبَةِ الظَّنِّ الَّذِيْ عَلَيْهِ مُدَارُ الصِّحَّةِ إِقْتَضَتْ أَنْ يَّكُوْنَ لَهَا دَرَجَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ بِحَسَبِ الْأُمُوْرِ الْمُقَوِّيَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) صحیح لذاتہ کی تعریف کر کے مطلب لکھیں اور بتائیں کہ ''هٰذه الأوصاف'' سے کون سے اوصاف مراد ہیں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: اور صحیح لذاتہ کے درجے متفاوت مختلف ہوتے ہیں ان اوصاف کے قوت میں متفاوت ہونے سے جو تصحیح کا تقاضہ کرتے ہیں؛ کیونکہ جب وہ اوصاف اس غلبۂ ظن کا

فائدہ دیتے ہیں جن پر صحت کا مدار ہے، تو وہ اوصاف اِس بات کا بھی تقاضہ کرتے ہیں کہ صحت کے مختلف درجات ہوں، اُمورِ مقویہ کے اعتبار سے بعض بعض سے اوپر ہو۔

(ب) صحیح لذاتہٖ کی تعریف: صحیح لذاتہ وہ مقبول خبر واحد ہے جس کو ایسے عادل حضرات روایت کریں جن کا ضبط تام ہو، اِس حدیث کی سند متصل ہو اور وہ حدیث معلل اور شاذ نہ ہو جیسے "قال البخاریؒ حدثنا عبدالله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جُبير بن مطعم عن أبيه قال سمعت رسول الله ﷺ قرء في المغرب بالطور". (بخاری شریف)

عبارت کا مطلب: "حدیث صحیح لذاتہ" درجات میں تمام برابر نہیں ہیں؛ چونکہ جن اوصاف کی وجہ سے حدیث، صحیح لذاتہ ہوتی ہے وہ اوصاف مختلف درجات کے ہیں اس لیے صحیح لذاتہ کے درجات بھی مختلف ہوں گے، وہ اوصاف جس حدیث میں جس قدر اعلیٰ ہوں گے اس حدیث کا درجہ بھی اتنا ہی بلند ہوگا، مصنفؒ کے الفاظ میں اس کو یوں سمجھئے کہ حدیث کی صحت کا مدار اس پر ہے کہ جن اوصاف کی وجہ سے حدیث کی تصحیح کی جاتی ہے، ان کے متعلق ظنِ غالب ہو جائے کہ وہ فلاں حدیث میں پائے جارہے ہیں اور وہ اوصاف تمام برابر درجے کے نہیں، لہٰذا اس کا تقاضہ یہ ہے کہ تمام "حدیث صحیح"، بھی برابر درجے کی نہ ہوں؛ بلکہ جس حدیث میں جس قدر مضبوط اوصاف ہوں گے اس حدیث کا مقام بھی اسی قدر زیادہ بلند ہوگا۔ (تحفۃ الفکر: ۹۶)

"هٰذه الأوصاف" کی تعیین: هٰذه الاوصاف سے مراد عدالت وتمامیتِ ضبط اور وہ تمام صفات جو صحیح لذاتہ میں معتبر ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال: ۱۹، نخبۃ الفکر: ص/ ۲۶ (داخلہ ۱۴۳۱ھ)

(الف) عبارت با اعراب: (الف) عبارت با اعراب: وَتَتَفَاوَتُ رُتَبُهُ أَيْ الصَّحِيْحُ بِسَبَبِ تَفَاوُتِ هٰذِهِ الْأَوْصَافِ الْمُقْتَضِيَةِ لِلتَّصْحِيْحِ فِي الْقُوَّةِ،

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

نے اصلح الاسانید کہا ہے جیسے "زهری عن سالم بن عبدالله عن عبدالله بن عمر" (۲) دوسری مرتبہ کی سند، جیسے "بُرَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ أَبِيْهِ أَبِي مُوْسٰى" ہے۔ (۳) اور تیسری مرتبہ کی سند "سُهَيْلُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَؓ".

سوال: ۲۰، نخبۃ الفکر: ص/۲۹ (داخلہ ۱۴۳۵ھ)

(الف) عبارت بااعراب: (الف) عبارت بااعراب: أَمَّا رُجْحَانُهٗ مِنْ حَيْثُ الْإِتِّصَالُ فَلِاشْتِرَاطِهٖ أَنْ يَّكُوْنَ الرَّاوِيْ قَدْثَبَتَ لَهٗ لِقَاءُ مَنْ رَوٰى عَنْهُ، وَلَوْمَرَّةً وَ إِكْتَفٰى مُسْلِمٌ بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ وَأَلْزَمَ الْبُخَارِيَّ رَحِمَهُ اللّٰهُ بِأَنَّهٗ يَحْتَاجُ اَنْ لَايَقْبَلَ الْعَنْعَنَةَ اَصْلًا وَمَاأَلْزَمَهٗ بِهٖ لَيْسَ بِلَازِمٍ، لِأَنَّ الرَّاوِيَ إِذَاثَبَتَ لَهُ اللِّقَاءُ مَرَّةً لَايَجْرِيْ فِيْ رِوَايَاتِهٖ اِحْتِمَالُ اَنْ لَايَكُوْنَ قَدْسَمِعَ لِأَنَّهٗ يَلْزَمُ مِنْ جَرَيَانِهٖ أَنْ يَّكُوْنَ مُدَلِّسًا، وَالْمَسْئَلَةُ مَفْرُوْضَةٌ فِيْ غَيْرِ الْمُدَلِّسِ.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: اور بہر حال صحیح بخاری کا راجح ہونا اتصالِ سند کے اعتبار سے اس لیے ہے کہ (حدیث معنعن کو متصل تسلیم کرنے کے لیے) بخاریؒ نے یہ شرط لگائی ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو، اگر چہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

اور امام مسلمؒ نے صرف معاصرت کو کافی قرار دیا ہے، اور اس نے امام بخاریؒ پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ محتاج ہے اس امر کا کہ حدیثِ معنعن کو بالکل قبول نہ کرے اور جو الزام امام بخاریؒ پر عائد کیا وہ ان پر لازم نہیں آتا؛ کیونکہ جب راوی کی مروی عنہ سے ایک مرتبہ بھی ملاقات ثابت ہو جائے تو اس کی روایت میں عدمِ سماع کا احتمال جاری نہیں ہو سکتا؛ اس لیے کہ اس احتمال کے

جاری ہونے سے لازم آئیگا کہ وہ راوی مدلّس ہو؛ حالانکہ مسئلہ غیر مدلّس میں فرض کیا گیا ہے۔

(ب) صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر ترجیح: اِتصالِ سند کے اعتبار سے صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح اس لیے ہے؛ کیونکہ اگر کوئی ایک راوی بصیغۂ عن (جو کہ اتصال کے لیے وضع نہیں کیا گیا ہے) روایت کرے، تو وہ سند متصل ہوگی یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے راوی (مُعَنْعِن) مروی عنہ کا معاصر ہوگا یا نہیں اگر معاصر نہیں ہے تو سند متصل نہیں ہوگی، اور اگر معاصر ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو خارج سے عدم اللقاء بین الراوی والمروی عنہ ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر عدمِ لقاء ثابت ہو تو سند متصل نہیں ہوگی، اور اگر عدمِ لقاء ثابت نہ ہو، تو دو حال سے خالی نہیں یا تو راوی مدلّس ہوگا یا نہیں، اگر راوی مدلّس ہے، تو وہ سند اس وقت تک متصل نہیں ہوگی جب تک کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو جائے، چاہے ایک ہی مرتبہ ہو۔

اور امام مسلمؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ سند متصل ہوگی اگر چہ ایک مرتبہ بھی ملاقات ثابت نہ ہو۔ اس تفصیل سے امام بخاریؒ کے نزدیک اسناد مُعَنْعَن کو متصل قرار دینے کے لیے راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات شرط ہے، جبکہ امام مسلمؒ نے یہ قید نہیں لگائی ہے، لہٰذا اس قید مذکور کی زیادتی صحیح بخاری کے لیے باعثِ ترجیح ہوگی۔ (تحفۃ القمر: ص ۱۲۱)

(ج) امام بخاریؒ پر عائد شدہ الزام: امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ پر روایتِ عنعنہ کے سلسلہ میں یہ الزام عائد کیا ہے کہ لقاء کی شرط لگانے کا مقصد یہ ہے کہ عدمِ سماع کا احتمال ختم ہو جائے اور سماع کا احتمال ظنِ غالب ہو جائے، پھر امام بخاریؒ کو چاہئے کہ صرف وہ حدیثیں قبول کریں، جن میں ہر راوی نے سماع کی صراحت کی ہو، اور حدیثِ معنعن کو بالکل قبول نہ کریں نہ اس مُعنعن کو جس میں راوی کی مروی عنہ سے ملاقات نہ ہو اور نہ اس مُعنعن کو جس میں ملاقات ثابت ہو؛ کیونکہ جس طرح اس معنعن میں عدمِ سماع کا احتمال باقی ہے جس میں ملاقات ثابت ہو؛ لہٰذا کوئی بھی حدیث معنعن قبول نہیں کرنا چاہیے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

شرط لگائی ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو، اگر چہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو، اور امام مسلمؒ نے صرف معاصرت کو کافی قرار دیا ہے، اور اس نے امام بخاریؒ پر الزام عائد کیا ہے کہ وہ محتاج ہے اس امر کا کہ حدیث معنعن کو بالکل قبول نہ کرے۔

(ب) توضیح عبارت: اِس مقام پر مصنفؒ صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر افضلیت کی چند وجوہِ ترجیحات بیان فرمارہے ہیں،، فرماتے ہیں کہ وہ اوصاف جن پر صحتِ حدیث کا دارومدار ہے، صحیح مسلم کے مقابلہ میں صحیح بخاری میں بدرجۂ اکمل اور بہت ہی درست پائے جاتے ہیں، اسی طرح ان اوصاف کے حوالے سے شرطِ بخاری بمقابلۂ شرطِ مسلم اقویٰ اور مضبوط ترین ہے۔

اور بہر حال اتصالِ سند کے اعتبار سے صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے۔

یعنی اگر کوئی راوی بصیغۂ تحدیث یا اِخبار یا سماع روایت کرے، تو وہ سند بالاتفاق متصل ہوگی، جیسے "حدثنا فلانٌ، أخبرنا فلانٌ، سمعتُ فلانًا يقولُ" اور اگر کوئی راوی بصیغۂ عن (جو کہ اتصالِ سند کے لیے وضع نہیں کیا گیا ہے) روایت کرے تو وہ سند متصل ہوگی یا نہیں تو ایسی صورت میں امام بخاریؒ نے متصل تسلیم کرنے کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو، اگر چہ ایک مرتبہ کیوں نہ ہو، یعنی اگر ایک مرتبہ بھی ملاقات ثابت ہو جائے تو وہ سند متصل ہوگی (صرف معاصرت کافی نہیں)، جبکہ امام مسلمؒ کا مسلک یہ ہے کہ وہ سند متصل ہوگی اگر راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو خواہ ایک مرتبہ بھی ملاقات ثابت نہ ہو۔

حدیثِ معنعن کی تعریف: "عنعنة" بابِ فَعْلَلَة کا مصدر ہے، اس کا لغوی معنیٰ روایت کو "عَن فلانٍ عن فلانٍ" سے بیان کرنا۔

اصطلاحِ محدثین میں حدیثِ مُعنعن اُس حدیث کو کہتے ہیں جس کو کوئی راوی بصیغۂ "عن" (جو کہ اتصالِ سند کے لیے وضع نہیں کیا گیا) روایت کرے، جیسے عن فلان عن فلان یا قال فلان وغیرہ۔

(ج) امام مسلمؒ کا الزام: امام مسلمؒ کا الزام اِس طرح ثابت ہوگا کہ راوی اور مروی عنہ کے درمیان لقاء کی شرط لگانے کا مقصود یہ ہے کہ عدمِ سماع کا احتمال ختم ہوجائے اور سماع کا احتمال ظنِ غالب سے ہوجائے، پھر بخاریؒ کو چاہئے کہ صرف وہ حدیثیں قبول کریں جس میں ہر راوی نے سماع کی صراحت کی ہو اور حدیثِ معنعن کو بالکل قبول نہ کریں۔

نہ اس معنعن کو جس میں راوی کی مروی عنہ سے ملاقات نہ ہو، اور نہ اس معنعن کو جس میں ملاقات ثابت ہو؛ کیونکہ جس طرح اس معنعن میں عدمِ سماع کا احتمال باقی ہے جس میں راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو، اسی طرح اس معنعن میں بھی عدمِ سماع کا احتمال باقی ہے جس میں ملاقات ثابت ہو، لہٰذا کوئی بھی حدیثِ معنعن قبول نہیں کرنا چاہئے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال: ۲۲، نخبۃ الفکر: ص/۲۹ (داخلہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت بااعراب: فَالصِّفَاتُ الَّتِيْ تَدُوْرُ عَلَيْهَا الصِّحَّةُ فِيْ كِتَابِ الْبُخَارِيِّ أَتَمُّ مِنْهَا فِيْ كِتَابِ مُسْلِمٍ، وَأَشَدُّ وَشَرْطُهُ فِيْهَا أَقْوٰى وَأَسَدُّ، أَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْإِتِّصَالِ فَلِإِشْتِرَاطِهِ أَنْ يَكُوْنَ الرَّاوِيْ قَدْ ثَبَتَ لَهُ لِقَاءُ مَنْ رُوِيَ عَنْهُ وَلَوْ مَرَّةً وَاكْتَفٰى مُسْلِمٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ، بِمُطْلَقِ الْمُعَاصَرَةِ، وَأَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ الْعَدَالَةِ وَالضَّبْطِ وَلِأَنَّ الرِّجَالَ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مِنْ رِجَالِ مُسْلِمٍ أَكْثَرُ عَدَدًا مِنَ الرِّجَالِ الَّذِيْنَ تُكُلِّمَ فِيْهِمْ مَنْ رِجَالِ الْبُخَارِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَأَمَّا رُجْحَانُهُ مِنْ حَيْثُ عَدَمُ الشُّذُوْذِ وَلِإِعْلَالِ فَلِأَنَّ مَا انْتُقِدَ عَلَى الْبُخَارِيِّ مِنَ الْأَحَادِيْثِ أَقَلُّ عَدَدًا مِمَّا انْتُقِدَ عَلٰى مُسْلِمٍ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) اور مطلب تحریر کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: وہ اوصاف جن پر صحتِ حدیث کا مدار ہے وہ صحیح مسلم کے مقابلے میں صحیح بخاری میں بدرجہ اور بہت ہی درست پائے جاتے ہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط صحت بمقابلہ شرطِ مسلم بہت ہی قوی اور ٹھوس ہے۔

اور بہر حال اتصالِ سند کے اعتبار سے صحیح بخاری کا راجح ہونا اس لیے ہے (حدیثِ معنعن کو تسلیم کرنے کے لیے) بخاری رحمہ اللہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت ہو، اگرچہ ایک ہی مرتبہ کیونکہ نہ ہو اور امام مسلم رحمہ اللہ نے صرف معاصرت کو کافی قرار دیا ہے۔

اور رہا عدالت وضبط کے اعتبار سے صحیح بخاری کا راجح ہونا اس لیے ہے؛ کیونکہ مسلم کے متکلم فیہ رجال بمقابلۂ بخاری کے متکلم فیہ رجال سے زیادہ ہیں، اور شذوذ وعلت نہ ہونے کے اعتبار سے صحیح بخاری کی فضیلت اس لیے ہے کہ بخاری کی جن احادیث پر نقد واعتراض کیا گیا ہے ان کی تعدادِ مسلم کی نقد کی ہوئی حدیثوں سے کم ہے۔

(ب) توضیح عبارت: مصنفؒ یہاں سے صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر افضلیت کی چند وجوہ ترجیحات بیان فرما رہے ہیں، کہ وہ اوصاف جن پر حدیث کی صحت کا دار و مدار ہے، صحیح مسلم کے مقابلے صحیح بخاری میں بدرجۂ اتم واکمل پائے جاتے ہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی شرطِ صحت بمقابلۂ شرط صحت مسلم کے زیادہ قوی اور ٹھوس ہے۔

"أمّا رجحانه من حيث الإتصال": اتصالِ سند کے اعتبار سے صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح اس لیے ہے؛ کیونکہ اگر کوئی ایک راوی بصیغہ عن (جو کہ اتصال کے لیے وضع نہیں کیا گیا ہے) روایت کرے، تو وہ سند متصل ہوگی یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

راوی "معنعِن" مروی عنہ کا معاصر ہوگا یا نہیں؟ اگر معاصر نہیں ہے تو سندِ متصل

نہیں ہوگی،'' اور اگر معاصر ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا تو خارج سے عدم اللقاء بین الراوی والمروی عنہ ثابت ہوگا یا نہیں؟ اگر عدمِ لقاء ثابت ہو تو سند متصل نہیں ہوگی، اور اگر عدمِ لقاء ثابت نہ ہو'' تو دو حال سے خالی نہیں یا تو راوی مدلس ہوگا یا نہیں، اگر راوی مدلس ہے تو وہ سند اسوقت تک متصل نہیں ہوگی، جب تک کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو جائے، چاہے ایک ہی مرتبہ ہو۔

اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ سند متصل ہوگی، اگرچہ ایک مرتبہ بھی ملاقات ثابت نہ ہو، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک اسنادِ معنعن کو متصل قرار دینے کے لیے راوی اور مروی عنہ کے درمیان ملاقات شرط ہے، جبکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ قید نہیں لگائی ہے؛ لہٰذا اس قید مذکور کی زیادتی صحیح بخاری کے لیے باعث ترجیح ہوگی۔

"أمّا رجحانه من حيث العدالة والضبط": عدالت وضبط کے اعتبار سے صحیح بخاری کو ترجیح اس لیے حاصل ہے کہ بخاریؒ کے رجال متکلم فیہ کی تعداد کم ہے بمقابلہ مسلم کے متکلم فیہ رجال کے؛ اس لیے کہ جن رُوات سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت لی ہے وہ چار سو پینتیس (۴۳۵) ہیں، جن میں متکلم فیہ رجال تقریباً اَسّی (۸۰) ہیں اور جن میں سے متکلم فیہ ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ہیں، گویا کہ بخاری رحمہ اللہ کے متکلم فیہ مسلم کے متکلم فیہ رجال کے مقابلے نصف ہیں۔

"أما رجحانه من حيث عدم الشذوذ والإعلال": عدمِ شذوذ واعلال کے اعتبار سے صحیح بخاری کو افضلیت اس لیے کہ بخاری کی جن حدیثوں پر اعتراض کیا گیا ہے وہ بمقابلہ مسلم کی ان حدیثوں کے کم ہیں جن پر نقد کیا گیا ہے؛ کیونکہ صحیحین کی کل وہ حدیثیں جن پر اعتراض کیا گیا ہے؛ دو سو دس (۲۱۰) ہیں، جن میں سے (۳۲) میں دونوں شریک ہیں اور صرف اٹھتر (۷۸) بخاری میں ہیں، جبکہ مابقیہ سو (۱۰۰) مسلم میں ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال: ۲۳، نخبۃ الفکر: ص ۳۳ (داخلہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت بااعراب: فَإِنْ جُمِعَا أَيْ الصَّحِيْحُ وَالْحَسَنُ فِيْ وَصْفٍ وَاحِدٍ كَقَوْلِ التِّرْمِذِيِّ وَغَيْرِهٖ "حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ" فَلِلتَّرَدُّدِ الْحَاصِلِ مِنَ الْمُجْتَهِدِ فِي النَّاقِلِ وَهٰذَا حَيْثُ يَحْصُلُ مِنْهُ التَّفَرُّدُ بِتِلْكَ الرِّوَايَةِ وَغَايَةُ مَافِيْهِ أَنَّهُ حُذِفَ عَنْهُ حَرْفُ التَّرَدُّدِ وَإِلَّا أَيْ إِذَالَمْ يَحْصُلِ التَّفَرُّدُ فَإِطْلَاقُ الْوَصْفَيْنِ مَعًا عَلَى الْحَدِيْثِ يَكُوْنُ بِإِعْتِبَارِ الْإِسْنَادَيْنِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) "حَسَنٌ صحیح" کہنے پر کیا اعتراض وارد ہوتا ہے اس کو پہلے تحریر کریں پھر اس عبارت میں اس کا جواب دیا ہے آپ جواب کی وضاحت کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: اور اگر ایک ہی حدیث کے وصف میں صحیح اور حسن کو جمع کر دیا جائے، جیسے امام ترمذیؒ وغیرہ کا قول ہے، "حدیث حسن صحیح" تو یہ راوی کے سلسلے میں مجتہد کو تردد ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ جواب اس جگہ ہے جہاں راوی اس روایت میں منفرد ہو، اور اس جواب میں زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے کہ حرف تردد درمیان سے حذف کر دیا گیا ہے، ورنہ یعنی جب روایت میں راوی منفرد نہ ہو، تو ایک حدیث پر دونوں وصف ایک ساتھ بولنا دو سندوں کے اعتبار سے ہوگا۔

(ب) "حسن صحیح" کہنے پر اعتراض یہ ہے: اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ امام ترمذیؒ اپنی کتاب میں متعدد جگہ فرماتے ہیں "حدیث حسن صحیح" حالانکہ حسن کے راوی کا ضبط ناقص اور صحیح کے راوی کا ضبط تام ہوتا ہے، تو دونوں وصفوں یعنی حسن اور صحیح کو جمع کرنے میں اسی نقصانِ ضبط کا اثبات اور اسی کی نفی لازم آتی ہے بایں طور کہ "حسن" کہہ کر نقصانِ ضبط کو ثابت کرنا ہے اور اس کے آگے "صحیح" کہہ کر اسی نقصان

ضبط کی نفی کرنا ہے اور یہ چونکہ اجتماعِ ضدّین ہے اسی لیے محال ہے۔

جواب کی وضاحت: اس عبارت میں حافظ ابن حجرؒ نے جو جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ جس حدیث کو ''حسن صحیح'' کہا گیا ہے اس کی ایک سند ہوگی یا زیادہ اگر ایک سند ہو تو دو وصفوں یعنی حسن صحیح کو جمع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ائمۂ جرح وتعدیل اور ناقدین رجال کو اس حدیث کے کسی راوی کے سلسلے میں تردّد ہے کہ آیا اس میں ضبط کامل ہے کہ اس کی حدیث کو صحیح کہا جائے، یا ناقص ہے کہ اس کی حدیث کو حسن کہا جائے، اوپر چونکہ امام ترمذی وغیرہ محدثین کے نزدیک بھی کوئی ایک صورت راجح نہیں ہوئی؛ اس لیے انہوں نے تردد کے ساتھ دونوں حکم لگا دیے یا کوئی ایک صورت راجح تو ہوگئی تھی؛ لیکن ان ائمہ جرح وتعدیل کے اختلاف رائے کو واضح کرنے کے لیے ایسا کہہ دیا، تو گویا ''حسن'' ان لوگوں کے اعتبار سے کہا ہے جن کے اعتقاد میں اس راوی کا ضبط ناقص ہے ر ''صحیح'' ان لوگوں کے اعتبار سے ہے، جن کے اعتقاد میں اس راوی کا ضبط تام ہے۔

اور اس صورت میں حرفِ ''أوْ'' محذوف ہوگا اور اصل عبارت ''حَدِيثٌ حَسَنٌ أوْ صَحِيحٌ'' ہوگی؛ کیونکہ درمیان کلام سے ''واؤ'' اور ''أوْ'' کا حذف کرنا شائع وذائع ہے، اس لیے یہاں سے بھی حذف کردیا گیا ہے۔

اور اگر سند ایک سے زیادہ ہو تو اس کو ''حسن صحیح'' کہنا مختلف سندوں کے اعتبار سے ہے کہ ایک سند کے اعتبار سے ''حسن'' اور دوسری سند کے اعتبار سے ''صحیح'' کہا گیا ہے، اس صورت میں حرف ''واؤ'' درمیان سے حذف ہوگا۔ صاحبِ ''تدریب الراوی'' علاّمہ سیوطیؒ نے اسی کو پسند کیا ہے۔ (تحفۃ القمر: ۱۴۰)

سوال: ۲۴، نخبۃ الفکر: ص/ ۳۷ (داخلہ ۱۴۲۶ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَزِيَادَةُ رَاوِيهِمَا مَقْبُولَةٌ مَالَمْ تَقَعْ مُنَافِيَةً لِرِوَايَةِ مَنْ هُوَ أَوْثَقُ مِمَّنْ لَمْ يَذْكُرْ تِلْكَ الزِّيَادَةَ.

(الف)"رَاوِيُهِمَا" کی ھُما ضمیر کا مرجع متعین کر کے ترجمہ کریں (ب) اور بتائیں کہ ان دونوں کی زیادتی کے مقبول ہونے کے لیے کیا شرط بیان کی ہے؟ (ج) اوران دونوں کی زیادتی کے متعلق علماء کی دوسری جماعت کا قول، اور صاحبِ کتاب نے اس کی جوتردید کی ہے اس کو بھی تحریر کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: صحیح اور حسن کے رُوات کی زیادتی مقبول ہے، جبکہ اس اُوثق کی روایت کے خلاف نہ ہو جس نے وہ زیادتی ذکر نہ کی ہے۔

"رَاوِیُهِمَا" کی ھُما ضمیر کا مرجع:

"راویهما" کی "ھما" ضمیر کا مرجع، حدیث حسن، اور حدیث صحیح ہے۔

(ب) صحیح اور حسن کے رُوات کی زیادتی مقبول ہونے کی شرط: حافظ ابن حجرؒ کا مسلک مختار یہ ہے کہ اگر ثقہ کوئی زائد مضمون بیان کرے تو اس کی دو حالت ہیں: ایک یہ ہے کہ اس زائد مضمون اور زیادتی نہ کرنے والوں کی روایت میں کوئی تعارض نہ ہو یا اگر تعارض ہو، تو تطبیق ممکن ہو، دوسری حالت یہ ہے کہ دونوں میں ایسا تعارض ہو کہ تطبیق ممکن نہ ہو اور زیادتی کو قبول کرنے سے دوسری روایت کو رَد کرنا لازم آئے گا، پہلی حالت کا حکم یہ ہے کہ زائد مضمون کو قبول کیا جائے گا؛ اس لیے کہ جس طرح اگر کوئی ثقہ کسی حدیث کو روایت کرنے میں منفرد ہو اس کے ساتھ روایت کرنے میں کوئی ساتھی شریک نہ ہو تو اس حدیث کو قبول کیا جاتا ہے، اسی طرح اس زائد مضمون کو بھی قبول کر لیا جائے گا۔

دوسری حالت کا حکم یہ ہے کہ اس وقت دونوں میں سے کسی کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ خارج سے ترجیح تلاش کی جائے گی، جو راجح ہو اس کو قبول کیا جائے گا اور جو مرجوح ہو اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔ (تحفۃ القمر: ۱۴۸)

(ج) علماء کی دوسری جماعت کا قول، اور صاحبِ کتاب کی تردید: علماء کی

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:NewMadarsa.blogspot.com

دوسری جماعت مثلاً امام مسلمؒ، حافظ ابن حبانؒ، امام حاکمؒ، امام غزالیؒ اور علامہ نوویؒ وغیرہم کا مسلک یہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی مطلقاً مقبول ہے، یہ بات ان سے بہت معروف ہے؛ لیکن ان کا یہ مسلک نہ عقلاً درست ہے نہ نقلاً، عقلاً تو اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ ان پر اس وقت یہ اعتراض وارد ہوگا کہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ ثقہ کی زیادتی مطلقاً مقبول ہے، اور دوسری طرف حدیث صحیح اور حدیث حسن کی تعریف میں یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ شاذ نہ ہو اور شاذ کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ثقہ اوثق کی مخالفت کرے، گویا ان کی دونوں باتوں میں تضاد ہے؛ کیوں کہ جب ثقہ کی زیادتی مطلقاً مقبول ہے تو حدیث صحیح وحسن میں عدمِ شذوذ کی شرط کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اور نقلاً اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ متقدمین ائمہ حدیث مثلاً عبد الرحمٰن بن مہدیؒ، امام بخاریؒ اور امام نسائیؒ وغیرہ میں سے کسی سے بھی یہ منقول نہیں ہے کہ ثقہ کی زیادتی کو مطلقاً قبول کیا جائے گا؛ بلکہ ان حضرات سے یہ منقول ہے کہ ترجیح کا لحاظ کیا جائے گا خواہ ثقہ نے کوئی زیادتی کی ہو یا ارسال واتصال یا رفع یا وقف کا اختلاف ہو۔

سوال: ۲۵، نخبۃ الفکر: ص/۴۰ (داخلہ ۱۴۳۵ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَإِنْ وَقَعَتِ الْمُخَالَفَةُ مَعَ الضُّعْفِ فَالرَّاجِحُ يُقَالُ لَهُ الْمَعْرُوْفُ وَمُقَابِلُهُ يُقَالُ لَهُ الْمُنْكَرُ مِثَالُهُ مَارَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ مِنْ طَرِيْقِ حُبَيِّبِ بْنِ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْعَيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّكٰوةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ وَقَرَی الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ" قَالَ أَبُوْحَاتِمٍ هُوَ مُنْكَرٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) منکر کی تعریف کریں اور مذکورہ مثال میں نکارت کی وجہ ظاہر کریں (ج) منکر اور شاذ کے درمیان کیا نسبت ہے؟ کتاب کی روشنی میں تحریر کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: اور اگر مخالفت صاحبِ ضعف کے ساتھ واقع ہو، تو راجح کو ''معروف'' اور اس کے مقابل (مرجوح) کو ''منکر'' کہا جاتا ہے، دونوں کی مثال وہ حدیث ہے جس کو ابن ابی حاتم نے حبیب ابن حبیب کی سند سے روایت کی ہے، انہوں نے ابواسحاق سبیعی سے انہوں نے عِزار بن حُریث سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج کرے، روزہ رکھے اور مہمانوں کی ضیافت کرے، وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(ب) حدیثِ منکر کی تعریف: منکر وہ حدیث ہے جس کو ضعیف راوی ثقہ راوی کے خلاف روایت کرے۔

مثال کی وضاحت مع وجہِ نکارت: مثال وہ حدیث ہے جو سوال میں مذکور ہے جس کو حُبیِّب بن حبیب ضعیف راوی نے ابواسحاق سے مرفوعاً روایت کیا ہے، جبکہ ابواسحاق کے دوسرے شاگرد جو ثقہ ہیں اسی حدیث کو ابن عباسؓ پر موقوفاً روایت کرتے ہیں، اس پر امام ابوحاتمؒ نے فرمایا کہ حبیّب بن حبیب کی حدیث جو مرفوعاً مروی ہے منکر ہے؛ کیونکہ دوسرے لوگوں نے جو ثقہ ہیں اس کو موقوفاً روایت کیا ہے لہٰذا موقوف روایت ''معروف'' ہے۔ (تحفۃ القمر:۱۵۹)

(ج) منکر اور شاذ کے درمیان نسبت: مفہوم کے اعتبار سے شاذ اور منکر کے درمیان عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہے، کیونکہ مخالفت راوی دونوں میں شرط ہے، لہٰذا مخالفت کے مفہوم میں دونوں جمع ہوجائیں گے، اور شاذ میں راوی کا ثقہ یا صدوق ہونا ضروری ہے اور منکر میں راوی کا ضعیف ہونا ضروری ہے؛ لہٰذا مذکورہ مفہوم میں دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں گے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال:۲۶، نخبۃ الفکر: ص ۴۴/۴۴ (داخلہ ۱۴۳۰ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَإِنْ كَانَتِ الْمُعَارَضَةُ بِمِثْلِهٖ فَإِنْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ النَّوْعُ الْمُسَمّٰى بِمُخْتَلِفِ الْحَدِيْثِ وَمَثَّلَ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ بِحَدِيْثِ "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ" مَعَ حَدِيْثِ "فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ".

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مذکورہ دونوں حدیثوں میں تعارض کس طرح ہے واضح کریں؟ پھر ابنِ صلاح رحمہ اللہ نے دونوں حدیثوں میں تطبیق کی جو صورت ذکر کی ہے اُسے تحریر کریں (ج) اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ کی بیان کردہ تطبیق لکھیں؛ نیز تطبیق کی دونوں صورتوں میں فرق کو واضح کریں؟

الجواب

(الف) ترجمہ: اور اگر وہ "حدیثِ مقبول" اسی جیسی حدیث سے معارضہ ہو، تو اگر دونوں کو جمع کرنا ممکن ہے، تو اس کو "مختلف الحدیث" سے موسوم کیا جاتا ہے، اور ابنِ صلاحؒ نے حدیث "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ" کو حدیث "فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ" کے ساتھ مختلف الحدیث کی مثال میں پیش کیا ہے۔

(ب) مذکورہ دونوں حدیثوں میں تعارض: دونوں حدیثوں کے مابین تعارض اِس طرح ہے کہ حدیث "لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ" کے پہلے جملے "لا عدویٰ" کی مراد یہ ہے کہ کوئی مرض متعدی نہیں ہوتا اور دوسرے جملے "ولا طیرۃ" کا مطلب یہ ہے کہ بدفالی لینا باطل ہے اور دوسری حدیث میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ جس شخص کو کوڑھ کا مرض لاحق ہو جائے تو اس سے اِس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو، اگر ذرا غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دوسری

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:NewMadarsa.blogspot.com

حدیث اور پہلی حدیث کے جملہ اولیٰ کے مضمون کے درمیان بظاہر تعارض ہے؛ کیونکہ دوسری حدیث میں کوڑھ کے مریض سے بھاگنے کا تاکیدی حکم دیا گیا اور اس کی وجہ اِس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے کہ کہیں کوڑھ دوسرے میں بھی متعدی نہ ہو جائے؟ اور پہلی حدیث میں صاف کہا گیا ہے کہ مرض متعدی نہیں ہوتا۔

ابنِ صلاح رحمہ اللہ نے دونوں حدیثوں میں تطبیق کی جو صورت ذکر کی ہے:

مذکورہ دونوں حدیثوں کے تعارض کو ختم کرنے کے لیے حافظ ابنِ صلاح رحمہ اللہ نے یہ تطبیق ذکر کی ہے کہ پہلی حدیث ''لا عدویٰ ولا طیرۃ'' میں مرض کے بالذات وبالطبع متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں کا عقیدہ تھا کہ بعض اَمراض مثلاً کوڑھ، برص وغیرہ بالذات متعدی ہوتے ہیں؛ لہٰذا اس حدیث میں اسی عقیدہ کا قلع قمع کیا گیا ہے، اور دوسری حدیث ''فرّ من المجذوم إلخ'' میں کوڑھی سے بھاگنے کا حکم اِس لیے دیا گیا ہے کہ بعض اَمراض مثلاً کوڑھ وغیرہ میں اختلاط، مرض کے متعدی ہونے کے اسباب میں سے ہے، یعنی عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بعض اَمراض کے مریض کے ساتھ تندرست آدمی کے اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیتے ہیں، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے اختلاط پایا جاتا ہے اور تعدیہ نہیں ہوتا جیسا کہ پانی پینا سیرابی اور کھانا کھانا شکم سیری کا سبب ہے۔

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھانے پینے کے باوجود شکم سیری اور سیرابی نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ تعدیہ کا سبب (اختلاط) پایا جائے تو مرض متعدی ہوسکتا ہے؛ اسی لیے اس سبب سے بچنے کا حکم دیا گیا، خلاصۂ تطبیق یہ ہے کہ نفی بالذات تعدیہ کی اور اب بات تعدیہ بالسبب کی۔

(ج) مصنف رحمہ اللہ کی بیان کردہ تطبیق: مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث ''لا عدویٰ'' میں تعدیہ کی نفی کو عام رکھنا ہی بہتر ہے، ابنِ صلاح رحمہ اللہ کی طرح اس کو ذات کے ساتھ خاص کرنا اچھا نہیں ہے؛ لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ

مرض کسی طرح بھی متعدی نہیں ہوتا ہے، نہ بالذات اور نہ بالسبب؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا یعدی شيء شيئًا" یعنی کوئی چیز کسی میں متعدی نہیں ہوتی، اس میں "لایعدی" عام ہے، ہر طرح کے تعدیہ کی نفی کی گئی ہے اور اِس بات کی تائید دوسری ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس میں ایک شخص نے باصرار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ تندرست اونٹوں کے ساتھ خارش زدہ اونٹوں کے اختلاط کی وجہ سے تندرست اُونٹ بھی خارش زدہ ہوجاتے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ جواب دیا کہ بات ایسی نہیں ہے؛ کیونکہ اگر بات یہی ہوتی تو سوال یہ ہے کہ پہلا خارش زدہ اُونٹ کیسے خارش والا ہوا، جبکہ اُس کا کسی خارش والے اُونٹ کے ساتھ اختلاط نہیں ہوا۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح خداوندِ قدوس ہی نے ابتداءً اپنی قدرت سے پہلے اُونٹ میں خارش پیدا فرمائی ہے، اِسی طرح اسی نے دوسرے اُونٹ میں بھی خارش پیدا کی ہے۔ رہا دوسری حدیث میں مجذوم سے بھاگنے کا حکم، تو وہ سوءِ اعتقاد سے بچانے کے لیے ہے؛ کیونکہ اگر کوئی شخص کوڑھی وغیرہ کے ساتھ رہے اور بقضاءِ الٰہی اس میں بھی وہ مرض پیدا ہوجائے تو ممکن ہے کہ وہ یہ اعتقاد کر بیٹھے کہ مجھ میں یہ مرض فلاں شخص سے اختلاط کی وجہ سے ہوا ہے؛ اِسی لیے اعتقادِ بد کو جڑ سے اُکھاڑنے کے لیے مجذوم شخص سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

تطبیق کی دونوں صورتوں میں فرق: حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کے نزدیک "لاعدویٰ" میں تعدیہ کی نفی اپنے عموم پر باقی ہے، یعنی مرض کسی طرح بھی متعدی نہیں ہوتا ہے، نہ بالذات اور نہ بالسبب، جبکہ ابنِ صلاح رحمہ اللہ کے نزدیک صرف تعدیہ بالذات کی نفی ہے نا کہ تعدیہ بالسبب کی، یعنی عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بعض اَمراض کے مریض کے ساتھ تندرست آدمی کے اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنادیتے ہیں۔

سوال: ۲۷، نخبۃ الفکر: ص ۴۴ (داخلہ ۱۴۲۶ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَالْمَقْبُوْلُ إِنْ سَلِمَ مِنَ الْمُعَارَضَةِ فَهُوَ الْمُحْكَمُ، وَإِنْ عُوْرِضَ بِمِثْلِهِ فَإِنْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ فَهُوَ النَّوْعُ الْمُسَمّٰى بِمُخْتَلَفِ الْحَدِيْثِ وَمَثَّلَ لَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ بِحَدِيْثِ "لَاعَدْوٰى وَلَاطِيَرَةَ" مَعَ حَدِيْثِ "فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ" وَكِلَاهُمَا فِي الصَّحِيْحِ وَظَاهِرُهُمَا التَّعَارُضُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب تحریر کریں (ب) ان دونوں حدیثوں کو ابنِ صلاحؒ نے کس طرح جمع کیا ہے اور صاحبِ کتاب نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے، دونوں کی تفصیل تحریر کریں؟

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر حدیث مقبول، اگر وہ مخالفت سے محفوظ ہو تو وہ محکم ہے اور اگر (دوسری حدیث سے) اس کا معاوضہ ہو، تو اگر دونوں کو جمع کرنا ممکن ہے، تو اس کو "مختلف الحدیث" سے موسوم کیا جاتا ہے، اور ابن صلاحؒ حدیث "لاعدوٰی ولاطیرۃ" کو حدیث "فِرّ من المجذوم فرارک من الأسد" کے ساتھ مختلف الحدیث کی مثال میں پیش کیا ہے اور دونوں حدیثیں صحیح میں سے ہیں اور دونوں کا مدلول ظاہری باہم متعارض ہے۔

(ب) عبارت کا مطلب: اس عبارت میں صاحبِ کتاب نے نسبت کے اعتبار سے حدیثِ مقبول کی اقسام بیان کی ہیں۔

واضح رہے کہ نسبت کے اعتبار سے حدیث مقبول کی دو قسمیں ہیں: (۱) معمول بہ (۲) غیر معمول بہ۔

معمول بہ: اس حدیث مقبول کو کہتے ہیں جس پر عمل کرنے میں کسی قسم کی

رکاوٹ نہیں ہوتی ہے اور غیر معمول بہ اس حدیث کو کہتے ہیں جس پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ ہوتی ہے۔

حدیث مقبول معمول بہ کی چار قسمیں ہیں: (۱) محکم. (۲) مختلف الحدیث (۳) ناسخ (۴) راجح۔

صاحب کتابؒ نے مذکورہ فی السوال عبارت میں اس کی پہلی دو قسموں کی تفصیل بیان کی ہے؛ چناں چہ فرماتے ہیں کہ اگر حدیث مقبول کے معارض کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو تو اس حدیث مقبول کا نام محکم رکھا جاتا ہے اور اگر حدیث مقبول کے معارض اسی جیسی کوئی دوسری حدیث ہو اور ان دونوں کو باہم اکٹھا کرنا ممکن ہو تو اس کا نام مختلف الحدیث رکھا جاتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) ان دونوں حدیثوں کو ابنِ صلاحؒ نے جس طرح جمع کیا:

مذکورہ دونوں حدیثوں کے تعارض کو ختم کرنے کے لیے حافظ ابن صلاحؒ نے یہ تطبیق ذکر کی ہے کہ پہلی حدیث "لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَةَ" میں مرض کے بالذات و بالطبع متعدی ہونے کی نفی کی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں لگوں کا عقیدہ تھا کہ بعض امراض مثلاً کوڑھ، برص وغیرہ بالذات متعدی ہوتے ہیں؛ لہٰذا اس حدیث میں اسی عقیدہ کا قلع قمع کیا گیا ہے، اور دوسری حدیث "فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ الخ" میں کوڑھی سے بھاگنے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے کہ بعض امراض مثلاً کوڑھ وغیرہ میں اختلاط، مرض کے متعدی ہونے کے اسباب میں سے ہے یعنی عادت اللہ یہی جاری ہے کہ بعض امراض مریض کے ساتھ تندرست آدمی کے اختلاط کو مرض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیتے ہیں، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے اختلاط پایا جاتا ہے اور تعدیہ نہیں ہوتا، جیسا کہ پانی پینا سیرابی اور کھانا کھانا شکم سیری کا سبب ہے۔

لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کھانے پینے کے باوجود شکم سیری اور سیرابی نہیں ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ تعدیہ کا سبب "اختلاط" پایا جائے تو مرض متعدی ہو سکتا

ہے اسی لیے اس سبب سے بچنے کا حکم دیا گیا، خلاصۂ تطبیق یہ ہے کہ نفی بالذات تعدیہ کی، اور اثبات تعدیہ بالسبب کا۔ (تحفۃ القمر: ۱۷۸)

صاحبِ کتاب کی بیان کردہ تطبیق: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ حدیث "لَاعَدْوٰی" میں تعدیہ کی نفی کو عام رکھنا ہی بہتر ہے، ابن صلاحؒ کی طرح اس کو ذات کے ساتھ خاص کرنا اچھا نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ مرض کسی طرح بھی متعدی نہیں ہوتا ہے، نہ بالذات اور نہ بالسبب؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَایُعْدِیْ شَیْءٌ شَیْئًا" یعنی کوئی چیز کسی میں متعدی نہیں ہوتی، اس میں "لَایُعْدِیْ" مطلق ہے ہر طرح کے تعدیہ کی نفی کی گئی ہے اور اس بات کی تائید دوسری ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں ایک شخص نے بااصرار آپ صلی اللہ علیہ سلم سے کہا تھا کہ تندرست اونٹوں کے ساتھ خارش زدہ اونٹوں کے اختلاط کی وجہ سے تندرست اونٹ بھی خارش زدہ ہو جاتے ہیں یعنی تندرست کا خارش میں مبتلا ہونا اختلاط کے سبب کی وجہ سے ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ جواب دیا کہ بات ایسی نہیں ہے؛ کیونکہ اگر بات یہی ہوتی، تو سوال یہ ہے کہ پہلا خارش زدہ اونٹ کیسے خارش والا ہوا، جبکہ اس کا کسی خارش زدہ اونٹ کے ساتھ اختلاط نہیں ہوا۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح خداوند قدوس ہی نے ابتداءً اپنی قدرت سے پہلے اونٹ میں خارش پیدا فرمائی ہے اسی طرح اسی نے دوسرے اونٹ میں بھی خارش پیدا کی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ حدیث "لَاعَدْوٰی" میں ہر طرح کے تعدیہ کی نفی کی گئی ہے، خواہ وہ بالطبع ہو یا بالسبب؛ کیونکہ اگر کوئی شخص کوڑھی وغیرہ کے ساتھ رہے اور بقضاءِ الٰہی اس میں بھی وہ مرض پیدا ہو جائے تو ممکن ہے کہ وہ یہ اعتقاد کر بیٹھے کہ مجھ میں یہ مرض فلاں شخص سے اختلاط کی وجہ سے ہوا ہے، اسی لیے اعتقادِ بد کو جڑ سے اُکھاڑنے کے لیے مجذوم شخص سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال: ۲۸، نخبة الفكر: ص ۴۶/۴ (داخلہ ۱۴۲۹ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَالنَّسْخُ رَفْعُ تَعَلُّقِ حُكْمٍ شَرْعِيٍّ بِدَلِيْلٍ شَرْعِيٍّ مُتَأَخِّرٍ عَنْهُ وَالنَّاسِخُ مَايَدُلُّ عَلَى الرَّفْعِ الْمَذْكُوْرِ وَتَسْمِيَتُهُ نَاسِخًا مَجَازٌ لِأَنَّ النَّاسِخَ فِي الْحَقِيْقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيُعْرَفُ النَّسْخُ بِأُمُوْرٍ، اَصْرَحُهَا: مَاوَرَدَ فِي النَّصِّ كَحَدِيْثِ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ "كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَافَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مذکورہ عبارت اور حدیث بُرَیدَۃ کی مکمل وضاحت کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: نسخ: کسی حکمِ شرعی کے تعلق کو ختم کرنا ہے، ایسی دلیل شرعی کے ذریعہ جو اس سے مؤخر ہو، اور ناسخ وہ چیز ہے جو اس تعلق کو ختم کرنے پر دال ہو اور اس کو ناسخ کہنا مجازاً ہے؛ کیونکہ درحقیقت ناسخ تو اللہ تعالیٰ ہے، نسخ کا علم چند چیزوں سے ہوتا ہے اور سب سے صریح تو وہ ہے جس کا وقوع نص میں ہو جیسے "صحیح مسلم" میں حضرت بریدہؓ کی حدیث (میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا کرتا تھا، اب ان کی زیارت کیا کرو؛ کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے)۔

(ب) عبارت کی تشریح: مصنف علیہ الرحمہ یہاں یہ بات بیان فرمارہے ہیں کہ اگر دو احادیث متعارضہ میں اعتدال کے ساتھ تطبیق ممکن نہ ہو تو اس کی دو حالت ہوں گی: ایک یہ کہ تاریخ یا اس سے بھی زیادہ صریح کوئی چیز مثلاً نص اور قولِ صحابی وغیرہ کے ذریعہ یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ مقدم ہے اور وہ مؤخر ہے تو حدیثِ مؤخر کو "ناسخ" اور حدیث مقدم کو "منسوخ" کہتے ہیں۔

شارح علیہ الرحمہ نسخ کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ نسخ کہتے ہیں مکلفین کے افعال سے کسی حکمِ شرعی کے تعلق کو کسی ایسی دلیلِ شرعی کے ذریعہ ختم کرنے کو جو کہ اس سے مؤخر ہو، اور ناسخ ہر وہ حدیث مقبول ہے جو افعالِ مکلفین سے سابق حکم شرعی کے ختم کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ واضح ہو کہ حدیث مذکورہ کو ناسخ کہنا اور اسی طرح دوسری چیزوں کو ناسخ کہنا مجازاً ہے؛ بلکہ درحقیقت یہ چیزیں نسخ پر دلالت کرنے والی ہیں؛ کیونکہ فی الواقع ناسخ تو ذاتِ باری تعالیٰ ہے؛ چنانچہ ارشاد ہے: ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا﴾ (الآية).

حدیثِ بریدہؓ کی وضاحت: جن چیزوں سے نسخ کا علم ہوتا ہے ان میں سے سب سے صریح چیز تو یہ ہے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو منع کرنے کے بعد اس کی اجازت مرحمت فرمادیں جیسے "صحیح مسلم" میں حضرت بُریدہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: "كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ اَلَا فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ" (میں تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا کرتا تھا اب ان کی زیارت کیا کرو؛ کیونکہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے) زیارتِ قبور سے منع کرنے کے بعد اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دے دی ہے۔

سوال:۲۹، نخبۃ الفکر: ص/۵۰ (داخلہ ۱۴۲۴ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَالثَّانِيْ وَهُوَ مَا سَقَطَ عَنْ آخِرِهٖ مَنْ بَعْدَ التَّابِعِيِّ هُوَ الْمُرْسَلُ وَصُوْرَتُهٗ اَنْ يَّقُوْلَ التَّابِعِيُّ سَوَاءٌ كَانَ كَبِيْرًا اَوْ صَغِيْرًا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ وَسَلَّمَ كَذَا اَوْ فَعَلَ كَذَا اَوْ فُعِلَ بِحَضْرَتِهٖ كَذَا اَوْ نَحْوُ ذٰلِكَ وَإِنَّمَا ذُكِرَ فِيْ قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ لِلْجَهْلِ بِحَالِ الْمَحْذُوْفِ لِأَنَّهٗ يُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُوْنَ صَحَابِيًّا وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُوْنَ تَابِعِيًّا وَعَلَى الثَّانِيْ يُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُوْنَ ضَعِيْفًا وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَّكُوْنَ ثِقَةً.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں (ج) نیز حدیثِ مرسل کی تعریف اور اس کی مثال تحریر کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: اور دوسری قسم ''مرسل'' ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس کے آخر سے تابعی کے بعد والا راوی حذف ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا یہ کہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے ایسا کہا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایسا کیا گیا، یا ان جیسے الفاظ اور ''مرسل'' کو مردود کی قسم میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ محذوف کا حال معلوم نہیں ہے؛ کیونکہ اس کا صحابی اور تابعی دونوں ہونا ممکن ہے، تابعی ہونے کی صورت میں احتمال ہے کہ ضعیف ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ ثقہ ہو۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) عبارت کا مطلب:

والثاني وهو مَاسَقَطَ عَنْ آخِرِهِ الخ: اس عبارت سے مصنفؒ سقوطِ راوی کے اعتبار سے مردود کی دوسری قسم ''مرسل'' کو بیان فرما رہے ہیں کہ حدیثِ مرسل وہ ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی حذف ہو، اور تابعی نے حدیث کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی ہو خواہ وہ تابعی بڑے رتبے کا ہو یا چھوٹے درجے کا ہو، مثلاً کسی حدیث کی سند کا تابعی کہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا یہ کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایسا کیا گیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ایسے تھے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا وغیرہ، یہ جمہور محدثین کے نزدیک ہے۔

(تحفۃ القمر: ۲۰۰)

إِنَّمَا ذُكِرَ فِي قِسْمِ الْمَرْدُوْدِ الخ: سے حدیثِ مرسل کو مردود کی قسم میں ذکر کرنے کی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ مرسل کو مردود کے اقسام میں اس لیے شمار کیا گیا کہ

محذوف کا حال مجہول ہوتا ہے معلوم نہیں کہ محذوف صحابی ہے یا تابعی اگر محذوف تابعی ہو تو وہ ثقہ اور ضعیف دونوں ہونے کا احتمال رکھتا ہے! اور اگر وہ ثقہ ہی ہو تو پھر اس میں بھی دو احتمال ہیں کہ اس نے کسی دوسرے صحابی سے سنا ہوگا یا کسی تابعی سے سنا ہوگا، اور اگر اس نے تابعی سے سنا ہو تو اس کے ثقہ اور ضعیف ہونے کا مسئلہ سامنے آئے گا اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

حدیثِ مرسل کی تعریف اور اس کی مثال:

حدیث مرسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی حذف ہو اور تابعی نے حدیث کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کردی ہو، خواہ وہ تابعی بڑے رتبے کا ہو یا چھوٹے رتبے کا ہو۔ **هو ما سقط من آخر اسناده من بعد التابعي.** (تيسير مصطلح: ۸۷)

جیسے: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الْمُزَابَنَةِ.

سوال: ۳۰، نخبۃ الفکر: ص/۵۱ (داخلہ ۱۴۳۷ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَالْقِسْمُ الثَّالِثُ مِنْ أَقْسَامِ السِّقْطِ مِنَ الْإِسْنَادِ إِنْ كَانَ بِإِثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مَعَ التَّوَالِيْ فَهُوَ الْمُعْضَلُ وَإِلَّا فَإِنْ كَانَ السِّقْطُ بِإِثْنَيْنِ غَيْرَ مُتَوَالِيَيْنِ فِيْ مَوْضِعَيْنِ مَثَلًا فَهُوَ الْمُنْقَطِعُ وَكَذَا إِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ فَقَطْ أَوْ أَكْثَرُ مِنْ إِثْنَيْنِ لٰكِنَّهُ بِشَرْطِ عَدَمِ التَّوَالِيْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) معضل اور منقطع کی مذکورہ تعریف کی مکمل وضاحت کریں (ج) اور بتائیں کہ معلق اور معضل میں کون سی نسبت ہے؟

الجواب

(الف) ترجمہ: سقوطِ اسناد کی تیسری قسم میں اگر مسلسل دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط

ہوں تو یہ معضل ہے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ دو راوی کا سقوط مثال کے طور پر دو جگہ میں ہو لگا تار نہ ہو، تو وہ منقطع ہے، اور اسی طرح منقطع ہی ہے اگر صرف ایک ہی راوی حذف ہو یا دو سے زیادہ حذف ہوں؛ لیکن عدمِ توالی کی شرط کے ساتھ۔

(ب) معضل کی تعریف کی وضاحت: سقوطِ راوی کے اعتبار سے مردود کی تیسری قسم "معضل" ہے اور معضل وہ حدیث مردود ہے جس کی سند سے دو یا زیادہ رُوات مسلسل حذف ہو گئے ہوں خواہ ابتداء سے یا وسط سے یا انتہاء سے، اس میں دو چیزیں ملحوظ ہیں، ایک یہ کہ ایک سے زیادہ رُوات حذف ہوں، دوسری یہ کہ مسلسل اور لگا تار حذف ہوں مختلف جگہوں سے نہ ہوں۔ یہ حافظ ابن حجرؒ کا مسلک ہے۔

(تحفۃ القمر: ۲۰۴)

منقطع کی تعریف کی وضاحت: سقوطِ راوی کے اعتبار سے مردود کی چوتھی قسم منقطع ہے اور منقطع وہ حدیث مردود ہے جس کی سند سے ایک یا زیادہ رواۃ حذف ہوں مگر مسلسل نہ ہوں، خواہ یہ حذف ابتداء سے ہو یا وسط سے یا انتہاء سے بہر حال حسبِ بیان مصنفؒ منقطع کی تین صورتیں ہوں گی: ایک یہ کہ صرف ایک راوی کسی بھی مقام سے حذف ہو، دوسری یہ کہ دو رُوات غیر مسلسل حذف ہوں، تیسری یہ کہ دو سے زیادہ رُوات غیر مسلسل حذف ہوں۔ (تحفۃ القمر: ۲۰۵ بتغیر یسیر)

(ج) معلق اور معضل کے درمیان نسبت: مفہوم کے اعتبار سے دونوں میں عموم وخصوص من وجہٍ کی نسبت ہے؛ کیونکہ اگر مصنف نے آغازِ سند سے دو یا زیادہ رُوات کو مسلسل حذف کر دیا تو اس حدیث کو "معلق" بھی کہہ سکتے ہیں اور معضل بھی، معلق اس لیے کہ آغازِ سند سے مصنف نے حذف کیا ہے اور معضل اس لیے کہ مسلسل دو یا زیادہ رُوات ساقط ہیں، (یہ مادۂ اجتماع ہے) اور اگر مصنف نے آغازِ سند سے ایک راوی کو حذف کیا ہو یا زیادہ کو کیا ہو مگر مسلسل نہیں تو اس کو "معلق" تو کہیں گے؛ لیکن معضل نہیں کہیں گے (یہ ایک مادۂ افتراق ہے) اور اگر مصنف نے دو یا زیادہ

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

رُوات حذف کردیے ہوں مگر آغازِ سند کیعلاوہ سے تو اس کو ''معضل'' کہیں گے ''معلق'' نہیں کہیں گے (یہ دوسرا مادۂ افتراق ہے) جس کو حافظؒ نے بیان نہیں کیا ہے۔ (تحفۃ القمر:۱۹۵)

سوال:۳۱، نخبۃ الفکر:ص/۵۱ (داخلہ ۱۴۳۴ھ)

(الف) عبارت بااعراب: فَالسَّقْطُ إِمَّا أَنْ يَّكُوْنَ مِنْ مَبَادِئِ السَّنَدِ أَوْ مِنْ آخِرِهٖ بَعْدَ التَّابِعِيِّ "فَالْأَوَّلُ" اَلْمُعَلَّقُ، وَالثَّانِيْ هُوَ الْمُرْسَلُ، وَالثَّالِثُ إِنْ كَانَ بِاثْنَيْنِ فَصَاعِدًا مَعَ التَّوَالِيْ، فَهُوَ الْمُعْضَلُ، وَإِلَّا بِأَنْ كَانَ السَّقْطُ بِاثْنَيْنِ غَيْرَ مُتَوَالِيَيْنِ فِيْ مَوْضِعَيْنِ مَثَلًا، فَهُوَ الْمُنْقَطِعُ، وَكَذَا إِنْ سَقَطَ وَاحِدٌ فَقَطْ أَوْ أَكْثَرَ مِنْ إِثْنَيْنِ لٰكِنَّ بِشَرْطِ عَدَمِ التَّوَالِيْ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب لکھتے ہوئے عبارت میں مذکورہ چاروں اقسام کی وضاحت کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر سقط یا تو ابتدائے سند میں ہوگا، (مصنف کے تصرف سے) یا آخرِ سند میں ہوگا تابعی کے بعد، پس اوّل ''معلق'' ہے اور دوم ''مرسل'' ہے اور تیسری قسم اگر سقط دو یا زیادہ راویوں کا مسلسل ہو تو وہ معضل ہے اور اگر اس طرح نہ ہو بایں طور کہ مثلاً سقوط دو کا دو جگہوں میں ہو، لگاتار نہ ہو، تو وہ منقطع ہے، اِسی طرح (منقطع ہے) اگر صرف ایک راوی حذف ہو یا دو سے زیادہ راوی حذف ہوں؛ لیکن لگاتار نہ ہونے کی شرط کے ساتھ۔

(ب) **عبارت کا مطلب:** اس مقام سے مصنف رحمہ اللہ سقط جو کہ اسبابِ رَد میں سے ہے اُس کا ذکر کر رہے ہیں، پھر سقط یا تو مصنف کے تصرف سے ابتداءِ

سند میں ہوگا یا آخر سند میں تابعی کے بعد ہوگا یا اس کے علاوہ کوئی صورت ہوگی، تو اوّل کا نام معلق ہوگا، برابر ہے خواہ ساقط ہونیوالا ایک ہو یا زائد، اور دوسری قسم جس کے آخر میں تابعی کے بعد کوئی راوی ساقط ہو وہ "مرسل" اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ صغیر ہو یا کبیر، یہ کہے: **قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم كذا يا فعل كذا يا فعل بحضرته كذا** یا اس کے مثل، اور سقوطِ اسناد کی تیسری قسم یہ ہے کہ مسلسل دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں تو یہ معضل ہے، اگر ایسا نہ ہو؛ بلکہ دو راوی دو مقام سے ساقط ہوں تو وہ منقطع ہے، اِسی طرح ایک راوی ساقط ہو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں؛ مگر عدمِ مسلسل کی شرط کے ساتھ، تو یہ قسم بھی منقطع ہے۔

عبارت میں مذکورہ چاروں اقسام کی وضاحت:

قسم اوّل معلّق: وہ حدیث مردود ہے جس کی سند کے آغاز سے مصنّف کتاب نے ایک یا زیادہ رُوات حذف کر دیے ہوں۔

قسم ثانی مرسل: وہ حدیث ہے جس کی سند کے آخر سے تابعی کے بعد کوئی راوی حذف ہو، اور تابعی نے حدیث کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی ہو (خواہ وہ تابعی بڑے رُتبے کا ہو یا چھوٹے درجے کا ہو) مثلاً: کسی حدیث کی سند کا تابعی کہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا، یہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایسا کیا گیا وغیرہ۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

قسم ثالث معضل: وہ حدیث مردود ہے جس میں اوّلیت اور آخریت کی قید کے بغیر کسی بھی مقام سے دو یا زیادہ رُوات مسلسل حذف ہو گئے ہوں، اس میں دو چیزیں ملحوظ ہیں: ایک یہ کہ ایک سے زیادہ رُوات حذف ہوں، دوسری یہ کہ مسلسل اور لگاتار حذف ہوں، مختلف جگہوں سے نہ ہوں۔

چوتھی قسم منقطع: وہ حدیث مردود ہے جس کی سند سے ایک یا زیادہ رُوات حذف ہوں؛ مگر مسلسل نہ ہوں، خواہ یہ حذف ابتداء سے ہو یا وسط سے یا انتہاء سے ہو۔

سوال: ۳۲، نخبۃ الفکر: ص ۵۳/ (داخلہ ۱۴۳۶ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُدَلَّسِ وَالْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ دَقِيْقٌ، يَحْصُلُ تَوْضِيْحُهُ بِمَاذُكِرَ هٰهُنَا، وَهُوَ اَنَّ التَّدْلِيْسَ يَخْتَصُّ بِمَنْ رَوٰى عَمَّنْ عُرِفَ لِقَائُهُ اِيَّاهُ، فَاَمَّا اِنْ مُعَاصَرَهُ وَلَمْ يُعْرَفْ اَنَّهُ لَقِيَهُ فَهُوَ الْمُرْسَلُ الْخَفِيُّ، وَمَنْ اَدْخَلَ فِيْ تَعْرِيْفِ التَّدْلِيْسِ الْمُعَاصَرَةَ وَلَوْبِغَيْرِ لُقِيٍّ لَزِمَهُ دُخُوْلُ الْمُرْسَلِ الْخَفِيِّ فِيْ تَعْرِيْفِهٖ، وَالصَّوَابُ التَّفْرِقَةُ بَيْنَهُمَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مدلّس اور مرسل خفی کی تعریف کریں (ج) وضاحت کے ساتھ مطلب لکھیں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: مدلّس اور مرسل خفی کے درمیان فرق دقیق ہے، جس کی توضیح یہاں ذکرشدہ بحث سے ہوگی اور وہ یہ ہے کہ تدلیس اس شخص کے ساتھ خاص ہے، جو ایسے شخص سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات معروف ہو؛ لیکن اگر وہ شخص اس کا معاصر ہو اور دونوں کے درمیان ملاقات معروف نہ ہو، تو وہ مرسل خفی ہے اور جس شخص نے تدلیس کی تعریف میں معاصرت کو داخل کیا ہے اگر چہ وہ بغیر ملاقات کے ہو، تو اس شخص پر تدلیس کی تعریف میں مرسل خفی کو داخل کرنا لازم آئے گا؛ حالانکہ صحیح بات دونوں کے درمیان فرق کرنا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ب) مدلس اور مرسلِ خفی کی تعریف:

مدلس: وہ حدیث ہے جس میں سقط خفی ہو یعنی راوی اپنے استاذ کو (جس سے حدیث سنی ہے) حذف کرکے مافوق سے (جس سے لقاء تو ہو؛ مگر اس سے یہ حدیث نہ سنی ہو) اس طرح روایت کرے کہ استاذ کا محذوف ہونا معلوم نہ ہو؛ بلکہ یہ محسوس ہو

کہ مافوق ہی سے سنا ہے۔ هو أن يَستُرَ المُدَلِّسُ العَيبَ الَّذِي فِي الْإِسْنَادِ فَيُسقِطَ المُدَلِّسُ شَيخَهُ وَيَروِى عن شيخ شيخه بلفظ يُوهِم السماع عنه. مثلاً یہ کہے کہ "عن فلان يا قال فلان". (تحفۃ الدرر:۲۶)

مرسل خفی: وہ حدیث مردود ہے جس میں انقطاع واضح نہ ہو؛ کیونکہ راوی اپنے شیخ کو حذف کرے ایسے ہم عصر شیخ سے روایت کرتا ہے جس سے ملاقات نہیں ہوتی۔

نوٹ: اس کو خفی اس لیے کہتے ہیں ہ یہ انقطاع ماہرین پر بھی کبھی مخفی رہ جاتا ہے۔ (تحفۃ الدرر:۲۸)

(ج) عبارت کا مطلب: یہاں سے مصنف مدلس اور مرسل خفی کے درمیان فرق (جو باہم یکساں معلوم ہوتا ہے) ذکر کر رہے ہیں کہ تدلیس اس صورت کو کہیں گے جس میں راوی کی مروی عنہ سے ملاقات معروف ومشہور ہو، اور مرسل خفی اس صورت کو کہیں گے جس میں راوی، مروی عنہ کا ہم عصر تو ہو؛ مگر دونوں کی ملاقات مشہور ومعروف نہ ہو۔

وَمَنْ أَدْخَلَ الخ: سے صاحبِ خلاصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے اس صورت کو یعنی جس راوی مروی عنہ کا صرف ہم عصر ہونا معلوم ہو، دونوں میں ملاقات ثابت نہ ہو تدلیس میں داخل کیا ہے۔ حافظ صاحبؒ ان کے قول کو رد کر رہے ہیں کہ اگر اس صورت کو تدلیس کہیں گے تو تدلیس کی تعریف میں مرسل خفی بھی داخل ہو جائے گی اور دونوں میں تساوی کی نسبت ہو جائے گی؛ حالانکہ صحیح بات تو وہ ہے جس کو جمہور نے اختیار کیا ہے کہ دونوں میں فرق ہے اور دونوں کے درمیان تباین کلی کی نسبت ہے۔ (تحفۃ القمر:۲۱۷)

سوال:۳۳، نخبۃ الفکر: ص/۵۹، ۶۰ (داخلہ ۱۴۲۷ھ)

(الف) عبارت باعراب: ثُمَّ الْوَهْمُ وَهُوَ الْقِسْمُ السَّادِسُ وَإِنَّمَا أُفْصِحَ لِطُولِ الْفَصْلِ إِنْ اُطُّلِعَ عَلَيْهِ أَيْ عَلَى الْوَهْمِ بِالْقَرَائِنِ الدَّالَّةِ عَلَى وَهْمِ

رَاوِيهِ مِنْ وَصْلِ مُرْسَلٍ، أَوْ مُنْقَطِعٍ أَوْ إِدْخَالِ حَدِيْثٍ فِي حَدِيْثٍ أَوْ نَحْوِ ذٰلِکَ مِنَ الْأَشْيَاءِ الْقَادِحَةِ وَيَحْصُلُ مَعْرِفَةُ ذَالِکَ بِكَثْرَةِ التَّتَبُّعِ وَجَمْعِ الطُّرُقِ فَهُوَ الْمُعَلَّلُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب بیان کرتے ہوئے وصل مرسل، و منقطع وادخال حدیث فی حدیث کی وضاحت کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر ''وہم'' ہے اور یہ چھٹی قسم ہے طویل فاصلہ کی وجہ سے مصنفؒ نے اس کی تصریح کی ہے اگر وہم کی واقفیت ہو جائے ان قرائن کے ذریعہ جو راوی حدیث کے وہم پر دلالت کرنے والے ہوں مثلاً مرسَل یا منقطع کو متصل کر دینا یا ایک حدیث میں دوسری حدیث داخل کر دینا یا اسی طرح کی عیب لگانے والی چیزیں، اور اس وہم کی شناخت بکثرت تلاش اور مختلف سندوں کو جمع کرنے سے ہوتی ہے تو یہی ''مُعلل'' ہے۔

(ب) عبارت کا مطلب: اسبابِ جرح میں سے چھٹی قسم کی جرح ''وہم'' ہے، جس کا مطلب ہے بطریقِ وہم روایت کرنا اور جس حدیث کو بطریقِ وہم روایت کیا گیا ہو یعنی اس میں وہم کی وجہ سے تغیر و تبدل کر دیا گیا ہو، خواہ یہ وہم سند کے اندر ہو جیسے منقطع یا مرسل کو متصل کر دینا یا ضعیف راوی کی جگہ ثقہ کو رکھ دینا یا یہ وہم متن کے اندر ہو جیسے موقوف یا مقطوع کو مرفوع کر دینا یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دینا ایسی حدیث کو معلل کہا جاتا ہے۔ (تحفۃ الفکر: ۲۴۵)

اور اس وہم کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ حدیث کی جملہ سندوں کو تلاش کر کے جمع کیا جائے، پھر دیکھا جائے جس کی روایت تمام لوگوں کے خلاف ہو اس کی روایت میں وہم ہوگا، پھر مؤلفؒ نے یہاں سابقہ جرح کے مانند ''السادس'' نہیں کہا؛ بلکہ صراحۃً ثم الوهم نام ذکر کیا طول مباحث کے حائل ہونے کی وجہ سے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال: ۳۴، نخبۃ الفکر: ص/٦٢ (داخلہ ۱۴۲۵ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَأَمَّا مُدْرَجُ الْمَتْنِ فَهُوَ أَنْ يَقَعَ فِي الْمَتْنِ كَلَامٌ لَيْسَ مِنْهُ فَتَارَةً يَكُوْنُ فِيْ أَوَّلِهِ وَتَارَةً فِيْ أَثْنَائِهِ وَتَارَةً فِيْ آخِرِهِ وَهُوَ الْأَكْثَرُ لِأَنَّهُ يَقَعُ بِعَطْفِ جُمْلَةٍ عَلٰى جُمْلَةٍ أَوْبِدَمْجِ مَوْقُوْفٍ مِنْ كَلَامِ الصَّحَابَةِ أَوْمَنْ بَعْدَهُمْ بِمَرْفُوْعٍ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ فَهٰذَا هُوَ مُدْرَجُ الْمَتْنِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب لکھیں (ب) اور مُدرج المتن کی مذکورہ تعریف کی مع مثال وضاحت کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: اور بہر حال مدرج المتن تو وہ ایسی حدیث ہے جس کے متن کے ساتھ ایسا کلام واقع ہو جائے جو جنس متن سینہ ہو۔

پھر کبھی تو ادراج آغازِ متن میں ہوتا ہے اور کبھی درمیان متن میں اور کبھی آخر متن میں اور اس کا وقوع بکثرت ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ ایک جملہ کو دوسرے جملہ کے ساتھ ملانے سے ہوتا ہے، یا (اگر مخالفت واقع ہو) موقوف یعنی صحابہ و تابعین وغیرہ کے کلام کو مرفوع یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے ساتھ بلا فصل ملانے سے تو یہ "مدرج المتن" ہے۔

عبارت کا مطلب: اس مقام سے مؤلف" ساتویں قسم کی جرح "مخالفت ثقات" کی دوسری صورت کو بیان کر رہے ہیں کہ کس متعین متن کے ساتھ دوسرے کا کلام ملا دینے کی وجہ سے ثقات کی مخالفت لازم آئے، خواہ وہ دوسرا کلام صحابہ کا ہو یا تابعین یا ان کے علاوہ اور کسی کا ہو اور جس حدیث میں اس قسم کی مخالفت پائی جائے

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:NewMadarsa.blogspot.com

اس کو "مدرج المتن" کہتے ہیں اوراس کی تین صورتیں ہیں: (۱) متن کے شروع میں ادراج ہو (۲) متن کے درمیان میں ادراج ہو (۳) متن کے آخر میں ادراج ہو، تیسری قسم کا وقوع بکثرت ہوتا ہے؛ کیونکہ ایسا عموماً ایک جملہ کو دوسرے جملہ کے ساتھ ملانے سے ہوتا ہے۔

اور لوگوں کی عادت یہ ہے کہ حدیث بیان کرنے کے بعد دوسری باتیں بھی بیان کرتے ہیں تو ایسا عین ممکن ہے کہ سامعین میں سے کوئی دوسری باتوں میں سے کسی بات کو حدیث کا ٹکڑا خیال کر کے ایک ساتھ دونوں کو روایت کردے۔ (تحفۃ القمر:۲۵۴)

(ب) "مدرج المتن" کی توضیح مع مثال:

مدرج المتن وہ حدیث مردود ہے جس کے متن کے ساتھ کوئی دوسرا کلام ملادیا گیا ہو جس کی وجہ سے ثقات کی مخالفت لازم آرہی ہو خواہ دوسرا کلام صحابہ کے اقوال میں سے ہو یا تابعین کے یا کسی اور کے۔(هو الحديث الذي أدخل فيه ماليس منه بلافصل)

اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) ادراج یا تو متن میں ہو جیسے: قال رسول الله صلى الله عليه سلم: "أَسْبِغُوا الْوُضُوْءَ وَيْلٌ لِلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ".

اس حدیث میں پہلا جملہ "أسبغوا الوضوء" حضرت ابو ہریرہؓ کا کلام ہے جسکو ابو قطنؒ اور شبابہؒ نے ابتدائے حدیث میں مدرج کردیا ہے۔

(۲) یا تو متن کے درمیان میں ہوگا جیسے حدیث عائشہؓ "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَنَّثُ فِيْ غَارِ حِرَاءَ وَهُوَ الْمُتَعَبِّدُ" اس میں "وهو المتعبد" مدرج ہے۔

(۳) یا تو متن کے آخر میں ہوگا، جیسے: ابوخیثمہ کے واسطے سے تشہد ابن مسعودؓ کے آخر میں "اذا قلت هذا فقد قضيت صلوتک" اس میں "إذا" کے بعد مدرج ہے۔ (تحفۃ القمر:۲۵۳)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال: ۳۵، نخبۃ الفکر: ص/٦۸ (داخلہ ۱۴۳۱ھ)

(الف) عبارت با اعراب: فَإِنْ خَفِيَ الْمَعْنٰى؛ بِأَنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا بِقِلَّةٍ أُحْتِيْجَ إِلٰى كُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِيْ شَرْحِ الْغَرِيْبِ، وَإِنْ كَانَ اللَّفْظُ مُسْتَعْمَلًا بِكَثْرَةٍ لٰكِنَّ فِيْ مَدْلُوْلِهٖ دِقَّةً أُحْتِيْجَ إِلٰى الْكُتُبِ الْمُصَنَّفَةِ فِيْ شَرْحِ مَعَانِي الْأَخْبَارِ وَبَيَانِ الْمُشْكِلِ مِنْهَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) ''غریب الحدیث'' اور ''مشکل الحدیث'' کی تعریف کر کے ان دونوں موضوعات پر لکھی گئی چند کتابوں کے نام لکھیں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: تو اگر معنیٰ پوشیدہ ہو (واضح نہ ہو) اس وجہ سے کہ لفظ کا استعمال کم ہوتا ہو، تو ان کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے جو غریب یا مانوس الفاظ کی تشریح میں لکھی گئی ہیں، اور اگر لفظ کا استعمال زیادہ ہو؛ لیکن اس کے مفہوم میں دقت اور پیچیدگی ہو تو حدیث کے معانی کی شرح اور مشکل احادیث کی وضاحت میں تصنیف شدہ کتابوں کی ضرورت پڑتی ہے۔

(ب) غریب الحدیث کی تعریف: متن حدیث میں پایا جانے والا وہ لفظ ہے جس کا معنیٰ قلتِ استعمال کی وجہ سے نامانوس اور غیر واضح ہوں، (هُوَ مَا وَقَعَ فِيْ مَتْنِ الْحَدِيْثِ مِنْ لَفْظَةٍ غَامِضَةٍ بَعِيْدَةٍ مِنَ الْفَهْمِ؛ لِقِلَّةِ إِسْتِعْمَالِهَا.

(تدریب: ۱۸۵/۲)) اس موضوع پر تصنیف شدہ چند کتابیں ہیں، جیسے: (۱) ''غریبین'' ابوعبید ہرویؒ کی، (۲) ''ذیل الغریبین'' حافظ ابوموسیٰ مدینیؒ کی، (۳) ''غریب الحدیث'' حافظ ابن قتیبہ دینوریؒ کی، (۴) ''مجمع الغرائب'' علامہ خطابیؒ کی۔ (تحفۃ القمر: ۲۷۹)

مشکل الحدیث کی تعریف: وہ متن حدیث ہے جس کی مراد بادیٔ النظر میں واضح نہ ہو۔(هو مَاوَقَعَ فِي مَتْنِ الْحَدِيْثِ مِنْ لَفْظٍ مُسْتَعْمَلٍ بِكَثْرَةٍ؛ لٰكِنْ فِي مَدْلُوْلِهٖ دِقَّةٌ). اس فن پر تصنیف شدہ چند کتابیں جیسے:(۱) امام طحاویؒ کی ''مشکل الآثار'' (۲) امام خطابیؒ کی ''معالم السنن'' (۳) امام فورکؒ کی ''مشکل الحدیث وبیانہ'' (۴) اور حافظ ابوعمر بن عبدالبرؒ کی ''الاستذکار''۔ (تحفۃ القمر:۲۸۱)

سوال:۳۶، نخبۃ الفکر:ص/۱۷ (داخلہ ۱۴۳۶ھ)

(الف) عبارت بااعراب: ثُمَّ الْبِدْعَةُ: وَهِيَ السَّبَبُ التَّاسِعُ مِنْ أَسْبَابِ الطَّعْنِ فِي الرَّاوِي، وَهِيَ إِمَّا اَنْ تَكُوْنَ (بِمُكَفِّرٍ) كَأَنْ يَّعْتَقِدَ مَايَسْتَلْزِمُ الْكُفْرَ أَوْ (بِمُفَسِّقٍ) فَالْاَوَّلُ لَايَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجُمْهُوْرُ وَقِيْلَ: يُقْبَلُ مُطْلَقًا وَقِيْلَ: اِنْ كَانَ لَايَعْتَقِدُ حِلَّ الْكَذِبِ لِنُصْرَةِ مَقَالَتِهٖ قُبِلَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) زیر بحث مسئلہ میں جتنے اقوال ذکر کیے گئے ہیں ان کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ صاحبِ کتاب نے اس مسئلہ میں کیا تحقیق فرمائی ہے؟ (ج) اسبابِ طعن کتنے ہیں شمار کرائیں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر بدعت ہے، وہ جرح راوی کا نواں سبب ہے اور بدعت یا تو کفر کا باعث ہوگی جیسے ایسی چیزوں کا اعتقاد رکھنا جو کفر کو مستلزم ہوں یا فسق کا سبب ہوگی، پہلی قسم کے بدعتی (کی حدیث) جمہور قبول نہیں کرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ مطلقاً قبول کی جائے گی اور کہا گیا ہے کہ اگر اپنی بات کی تائید کے لیے جھوٹ کی حلت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو قبول کی جائے گی۔

(ب) پہلی قسم کے بدعتی کی روایت کا حکم اختلاف: مصنفؒ نے چار اقوال بیان کیے ہیں:

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(۱) جمہور کے نزدیک مردود ہے۔

(۲) بعض لوگوں کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے، خواہ اپنے مذہب کی تائید و حمایت میں حلتِ کذب کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

(۳) کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر اپنے مسلک کی حمایت میں کذب کی حلت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو، تو اس کی روایت مقبول ہے اور اگر اعتقاد رکھتا ہو تو مردود ہے۔

(۴) علامہ تقی الدین ابن دقیق العید کی تحقیق یہ ہے کہ مطلقاً کسی بھی بدعتی کی روایت مردود نہیں ہوگی؛ کیونکہ ہر فرقہ اپنے مخالفین کو بدعتی کہتا ہے؛ بلکہ بسا اوقات ایک قدم آگے بڑھ کر ان کی تکفیر بھی کرنے لگتا ہے تو اگر ان کی بات مطلقاً مان لی جائے، تو ہر فرقے کی تکفیر لازم آئے گی، اور سب کی روایتیں مردود ہو جائیں گی؛ لیکن اگر کوئی بدعتی ایسا ہو جو شریعت کی کسی ایسی چیز کا منکر ہو جس کا شریعت میں ہونا متواتر اور بداہۃً معلوم ہو یا جس کا شریعت میں نہ ہونا بدیہی ہو اور وہ اس کے ہونے کا اعتقاد رکھے "جیسے سجود صنم" وغیرہ تو اس کی روایت یقیناً مردود ہوگی۔

اور اگر کوئی بدعتی مذکورہ چیزوں سے متصف نہ ہو ساتھ ساتھ اس کا ضبط ٹھیک ہو اور ورع وتقویٰ کا حامل بھی ہو، تو اس کی روایت کو قبول کرنے سے انکار نہیں ہونا چاہیے، اسی کو مصنفؒ نے پسند کیا ہے، اور قول معتمد سے متصف کیا ہے۔ (تحفۃ القمر: ۳۰۰)

(ج) **اسباب الطعن:** وہ دس ہیں: (۱) کذب (۲) تہمتِ کذب (۳) فحش غلط (۴) کثرتِ غفلت (۵) فسق (۶) وہم (۷) مخالفتِ ثقات (۸) جہالت (۹) بدعت (۱۰) سوءِ حفظ۔

سوال: ۳۷، نخبۃ الفکر: ص/ ۷۱ (داخلہ ۱۴۲۵ھ)

(الف) عبارت بااعراب: ثُمَّ الْبِدْعَةُ وَهِيَ إِمَّا أَنْ تَكُوْنَ بِمُكَفِّرٍ أَوْ بِمُفَسِّقٍ فَالْأَوَّلُ لَا يَقْبَلُ صَاحِبَهَا الْجُمْهُوْرُ فَالْمُعْتَمَدُ أَنَّ الَّذِيْ تُرَدُّ

رِوَايَتُهُ مَنْ أَنْكَرَ أَمْرًا مُتَوَاتِرًا مِنَ الشَّرْعِ مَعْلُوْمًا مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ وَكَذَا مَنْ إِعْتَقَدَ عَكْسَهُ فَأَمَّا مَنْ لَمْ يَكُنْ بِهٰذِهِ الصِّفَةِ وَإِنْضَمَّ إِلٰى ذَالِكَ ضَبْطُهُ لِمَا يَرْوِيْهِ مَعَ وَرْعِهِ وَتَقْوَاهُ فَلَامَانِعَ مِنْ قَبُوْلِهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب کی وضاحت کریں (ج) نیز بدعتی راوی کی روایت کا حکم مع اختلاف تحریر کریں اور اس بارے میں قولِ معتمد کی مکمل تشریح کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر بدعت ہے، اور وہ یا تو کفر کی طرف منسوب کرنے والی بات کے ذریعہ ہوگی یا فسق کی طرف منسوب کرنے والی بات کے ذریعہ ہوگی پس پہلی قسم کے بدعتی (کی حدیث) کو جمہور قبول نہیں کرتے، لہٰذا معتمد بات یہ ہے کہ جس بدعتی کی روایت مردود ہوگی وہ ایسا شخص ہے جو شریعت کی کسی ایسی متواتر چیز کا منکر ہو جس کا دین میں سے ہونا بداہۃً معلوم ہو، اسی طرح جو اس کے برعکس کا اعتقاد رکھے؛ لیکن جو شخص اس صفت کا نہ ہو اور اس کے ساتھ اپنی مرویات کو ضبط کرنا شامل ہو نیز صاحبِ ورع وتقویٰ ہو تو اس کی قبولیت میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

(ب) مطلب کی تشریح: مصنفؒ اس عبارت سے طعنِ راوی کے نویں سبب بدعت کی تفصیل کر رہے ہیں کہ بدعت ایسی چیزوں کا اعتقاد رکھنا ہے جس کی مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور تابعین کے یہاں موجود نہ ہو۔

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

اوّل: جس سے کفر لازم آتا ہو۔ جیسے: حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی ذات میں حق تعالیٰ مجدہٗ کے حلول کا عقیدہ یا ختمِ نبوت کا انکار۔

دوم: مستلزم فسق یعنی جس سے فسق لازم آتا ہو۔ جیسے: عام عقائد بدعیہ

اورخیالاتِ فاسدہ پھر مستلزم کفر کی حدیث جمہور کے نزدیک مقبول نہیں ہے اور مستلزم فسق کی حدیث اصح قول کے مطابق مقبول ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ بدعتی کی حدیث درج ذیل شروط کے ساتھ قبول کی جاسکتی ہے:

(۱) جو امر شرعی متواتر طریق سے ثابت ہے اور اُمورِ دینیہ ضروری میں شامل ہے جیسے نماز، روزہ وغیرہ وہ بدعتی اعتقاداً یا عملاً اس کا منکر نہ ہو۔

(۲) بدعتی ہونے کے علاوہ ثقاہت کی تمام صفات اس میں موجود ہوں۔

(۳) اپنے غلط مذہب کی تقویت کے لیے قرآن وحدیث کی تحریف نہ کرتا ہو۔

(۴) جھوٹ کو جائز نہ سمجھتا ہو، اس کی روایت کردہ حدیث سے اس کے غلط نظریات کی تائید نہ ہوتی ہو۔ (تحفۃ الدرر:۴۳)

(ج) بدعتی کی روایت کا حکم مع اختلاف: بدعتی کی روایت کے سلسلے میں مصنفؒ نے چار اقوال بیان کیے ہیں:

(۱) جمہور کے نزدیک مردود ہے بعض لوگوں کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے خواہ اپنے مذہب کی تائید وحمایت میں حلتِ کذب کا اعتقاد رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

(۲) بعض لوگوں نے کہا کہ اگر اپنے مذہب کی حمایت میں حلت کذب کا اعتقاد نہ رکھتا ہو تو اس کی روایت مقبول ہے اور اگر اعتقاد رکھتا ہو تو مردود ہے۔

(۳) علامہ تقی الدین ابن دقیق العیدؒ کی تحقیق یہ ہے کہ مطلقاً کسی بھی بدعتی کی روایت مردود نہیں ہوگی؛ کیونکہ ہر فرقہ اپنے مخالفین کو بدعتی کہتا ہے۔

بلکہ بسا اوقات ایک قدم آگے بڑھ کر مخالفین کی تکفیر بھی کرنے لگتا ہے تو اگر ان کی بات مطلقاً مان لی جائے تو ہر فرقے کی تکفیر لازم آئے گی۔

اور سب کی روایتیں مردود ہو جائیں گی؛ لیکن اگر بدعتی ایسا ہو جو شریعت کی کسی ایسی چیز کا منکر ہو جس کا شریعت میں ہونا متواتر اور بداہۃً معلوم ہو یا جس کا شریعت میں نہ ہونا بدیہی ہو اور وہ اس کے ہونے کا اعتقاد رکھے۔ جیسے: سجودِ اصنام وغیرہ تو اس

کی روایت یقیناً مردود ہوگی۔ (تحفۃ الفکر:۳۰۰)

قولِ معتمد کی تشریح: حافظ ابن حجرؒ نے بدعتی کی روایت معتبر ہونے اور نہ ہونے کے سلسلے میں ''قولِ معتمد کے عنوان سے فرمایا کہ جس بدعتی کی روایت مردود ہوگی وہ ایسا شخص ہے جو شرع کے کسی امر متواتر کا انکار کرتا ہو۔ جیسے: نماز، روزہ وغیرہ اور اسی طرح اس کے برعکس کا اعتقاد رکھتا ہو یعنی ایسی چیز کو دین سمجھ بیٹھے جس کا شریعت میں سے نہ ہونا بداہۃً معلوم ہو۔ جیسے: سجودِ صنم وغیرہ تو اس کی روایت یقیناً مردود ہوگی اور اگر کوئی بدعتی مذکورہ چیزوں سے متصف نہ ہو اور اس کا ضبط اور حفظ ٹھیک ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ورع وتقویٰ کے حامل بھی ہو تو اس کی روایت قبول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

سوال:۳۸، نخبۃ الفکر: ص ۳/۷ (داخلہ ۱۴۲۳ھ)

(الف) عبارت با اعراب: ثُمَّ سُوْءُ الْحِفْظِ وَالْمُرَادُ بِهٖ مَنْ لَمْ يَرْجَحْ جَانِبُ إِصَابَتِهٖ عَلٰى جَانِبِ خَطَائِهٖ وَهُوَ عَلٰى قِسْمَيْنِ إِنْ كَانَ لَازِمًا لِلرَّاوِیْ فِيْ جَمِيْعِ حَالَاتِهٖ فَهُوَ الشَّاذُّ وَإِنْ كَانَ سُوْءُ الْحِفْظِ طَارِيًا عَلَى الرَّاوِیْ إِمَّا لِكِبَرِهٖ أَوْلِذَهَابِ بَصَرِهٖ أَوْلِإِحْتِرَاقِ كُتُبِهٖ اَوْعَدَمِهَا بِأَنْ كَانَ يَعْتَمِدُهَا فَرَجَعَ إِلٰى حِفْظِهٖ فَسَاءَ فَهٰذَا هُوَ الْمُخْتَلِطُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور مطلب لکھیں (ب) سَــيِّءُ الْحِفْظِ راوی سے کون راوی مراد ہے لکھنے کے بعد سوءِ حفظ کی دونوں قسمیں لازم اور طاری کی وضاحت کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر سوءِ حفظ ہے اور سوءِ حفظ سے مراد وہ شخص ہے جس کی درستگی کی جانب غلطیوں کی جانب سے راجح نہ ہو اور سوءِ حفظ کی دو قسمیں ہیں: اگر یہ خرابی راوی

کے لیے تمام حالات میں لازم ہو تو وہ حدیث شاذ ہے۔ اور اگر حافظہ کی یہ خرابی راوی پر عارض ہو یا تو طولِ عمر کی وجہ سے یا بینائی کے ختم ہونے، کتابوں کے جل جانے یا ان کے گم ہو جانے کی وجہ سے بایں طور کہ وہ راوی پہلے کتابوں پر اعتماد رکھتا تھا اب اپنے حافظے کی طرف رجوع کیا تو غلطی کر بیٹھا تو ایسا ہی شخص مختلط ہے۔

عبارت کی تشریح: راوی پر جرح کی دسویں اور آخری قسم اس کا "سَـــيِّءُ الْحِفْظ" ہونا ہے یعنی اگر کسی راوی کا حافظہ خراب ہو تو اس کی حدیث مردود ہے؛ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کیا معیار ہے کہ جس سے حافظہ کی خرابی کا علم ہو، تو اس کی حدیث مردود ہو؛ کیونکہ کچھ نہ کچھ خرابی تو ہر شخص کے حافظہ میں ہوتی ہے؟

تو اس کا جواب مصنفؒ نے یہ دیا کہ اس کا معیار یہ ہے کہ درستگی کا پلہ غلطیوں کے پلے سے راجح نہ ہو؛ بلکہ یا تو اس کی غلطیاں راجح ہوں یا دونوں برابر ہوں، لہٰذا جس شخص کا حافظہ ایسا ہو وہ سوءِ حفظ کا شکار ہے، اور اس کی حدیث مردود ہے۔ (تحفۃ القمر: ۳۰۸)

اور یہ یادداشت کی خرابی دو طرح کی ہے:

(۱) ایک یہ کہ فطری اور پیدائشی طور پر راوی کے لیے ہر حالات میں لازم ہو تو اس کی حدیث بعض محدثین کی رائے کے مطابق "شاذ" ہے۔

(۲) دوسرے اگر حافظہ کی یہ خرابی راوی پر عارض ہو تو ایسے راوی کو محدثین کرام مختلط کہتے ہیں۔

(ب) سوءِ حفظ سے مراد: سوءِ حفظ سے ہر وہ شخص مراد ہے جس کی درستگی کا پلّہ غلطیوں کے پلے سے راجح نہ ہو؛ بلکہ اس کی غلطیاں راجح ہوں یا دونوں برابر ہوں۔

سوءِ حفظ کی دو قسمیں: یادداشت کی خرابی دو طرح کی ہے:

(۱) حافظہ کی خرابی راوی پر جمیع حالات میں لازم ہو، یعنی فطری اور پیدائشی طور پر ہی اس کا حافظہ خراب ہو تو ایسے حافظے والے راوی کا کوئی نام نہیں ہے؛ البتہ بعض محدثین اس کی حدیث کو شاذ کہتے ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com

Website:NewMadarsa.blogspot.com

(۲) دوسری یہ کہ ابتداءً تو حافظہ اچھا تھا بعد میں کسی عارض کی وجہ سے بگڑ گیا "عوارض مختلف" ہو سکتے ہیں مثلاً یہ کہ عمر کے زیادہ ہونے کی وجہ سے خراب ہو جائے یا کوئی شخص حدیث کو بیان کرنے میں تحریری نوشتوں پر اعتماد کرتا تھا؛ لیکن اب اس کی بینائی جاتی رہی یا وہ تحریری نوشتے اور کتب جل گئے یا وہ گم ہو گئے جس کی وجہ سے اس نے اپنے حافظہ کی مدد سے حدیث بیان کرنا شروع کی اور غلطیاں ہوتی گئیں تو ایسے راوی کو محدثین مختلط کہتے ہیں۔ (تحفۃ القمر:۳۰۹)

سوال:۳۹، نخبۃ الفکر: ص/۴۷ (داخلہ ۱۴۳۳ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَمَتٰی تُوبِعَ السَّيِّءُ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ كَأَنْ يَّكُوْنَ فَوْقَهٗ أَوْمِثْلَهٗ لَادُوْنَهٗ، وَكَذَا الْمُخْتَلِطُ الَّذِي لَايَتَمَيَّزُ وَالْمَسْتُوْرُ وَالْإِسْنَادُ الْمُرْسَلُ وَكَذَا الْمُدَلَّسُ إِذَالَمْ يُعْرَفِ الْمَحْذُوْفُ مِنْهُ صَارَ حَدِيْثُهُمْ حَسَنًا لَالِذَاتِهٖ؛ بَلْ وَصْفُهٗ بِذٰلِكَ بِإِعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ مِنَ الْمُتَابِعِ وَالْمُتَابَعِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کی ایسی تشریح کریں کہ حسن لغیرہ کی تعریف اور اس کی مذکرہ قسمیں الگ الگ واضح ہو جائیں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: اور جب موافقت کی جائے خراب یادداشت والے راوی کی کسی معتبر راوی کے ذریعہ مثلاً یہ کہ اس کے اوپر کے درجے کا ہو یا برابر کا ہو، اس سے کم درجے کا نہ ہو، اور اسی سیئ الحفظ کی طرح وہ مختلط بھی ہے جس کی اختلاط سے قبل اور بعد کی حدیثیں ممتاز نہ ہوں اور اسی طرح مستور الحال، اور وہ سند جس میں ارسال ہو اور اسی طرح حدیث مدلّس جبکہ اس کے محذوف کا علم نہ ہو، ان حضرات کی احادیث

''حسن'' ہو جاتی ہے حسن لذاتہ نہیں؛ بلکہ اس کو حسن کے ساتھ متصف کرنا متابِع (بالکسر) اور متابَع (بالفتح) کے مجموعے کے اعتبار سے ہے۔

(ب) تشریح العبارۃ: اس عبارت سے مصنف ''سوءِ حفظ'' اسی طرح ''مختلط، مستور، مرسل'' وغیرہ کے معتبر و متابِع مل جانے کا حکم بیان کر رہے ہیں۔

حسن لغیرہٖ: وہ حدیث ہے جس میں حسن ذاتی نہ ہو، یعنی وہ خود بخود تو ''حَسَن'' نہ ہو؛ کیونکہ اس کے راوی میں یا اسنادِ حدیث میں کوئی معمولی خرابی پائی جاتی ہے؛ مگر کچھ ایسی خارجی تائیدات مل گئی ہیں جن کی وجہ سے اس نقصان کی تلافی ہو گئی ہے؛ اس لیے اس مجموعۂ متابِع و متابَع کی وجہ سے ''حسن'' قرار دیا جاتا ہے۔ (تحفۃ الدرر: ۴۴)

حسن لغیرہ کی چار صورتیں ہیں، چار حدیثیں جن میں معمولی خرابی ہوتی ہے متابعت کی وجہ سے حسن لغیرہ بن جاتی ہے:

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(۱) وہ حدیث جس کے کسی راوی کی یادداشت خراب ہے جب اس کا کوئی معتبر متابِع مل جائے تو وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔

(۲) وہ حدیث جس کا کوئی راوی مستور یعنی مجہول الحال ہے جب اس کا کوئی معتبر متابِع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ بن جائے گی۔

(۳) وہ حدیث جس کی اسناد مرسل ہے جب اس کا کوئی معتبر متابِع مل جائے تو وہ بھی حسن لغیرہ بن جائے گی۔

(۴) وہ حدیث جس کی اسناد میں تدلیس کی گئی ہے اور محذوف راوی کا پتہ نہیں چل رہا ہے جب اس کا کوئی معتبر متابِع مل جائے تو وہ بھی ''حسن لغیرہ'' بن جائے گی۔

سوال: ۴۰، نخبۃ الفکر: ص ۴۷ (داخلہ ۱۴۲۸ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَمَتٰی تُوْبِعَ السَّيِّءُ الْحِفْظِ بِمُعْتَبَرٍ كَأَنْ يَّكُوْنَ فَوْقَهٗ أَوْمِثْلَهٗ لَادُوْنَهٗ، وَكَذَا الْمُخْتَلِطُ الَّذِيْ لَايَتَمَيَّزُ وَالْمَسْتُوْرُ وَالْإِسْنَادُ

الْمُرْسَلُ وَكَذَا الْمُدَلَّسُ إِذَالَمْ يُعْرَفِ الْمَحْذُوْفُ مِنْهُ صَارَ حَدِيْثُهُمْ حَسَنًا لَالِذَاتِهٖ؛ بَلْ وَصْفُهُ بِذٰلِكَ بِإِعْتِبَارِ الْمَجْمُوْعِ مِنَ الْمُتَابِعِ وَالْمُتَابَعِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مختلط و مستور وسیئ الحفظ کی تعریف کریں (ج) پھر عبارت کا مطلب تحریر کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: اور جب موافقت کی جائے خراب یادداشت والے راوی کی کسی معتبر راوی کے ذریعہ مثلاً یہ کہ اس کے اوپر کے درجے کا ہو یا برابر کا ہو، اس سے کم درجے کا نہ ہو، اور اسی سیئ الحفظ کی طرح وہ مختلط بھی ہے جس کی اختلاط سے قبل اور بعد کی حدیثیں ممتاز نہ ہوں اور اسی طرح مستور الحال، اور وہ سند جس میں ارسال ہو اور اسی طرح حدیث مدلّس جبکہ اس کے محذوف کا علم نہ ہو، ان حضرات کی احادیث "حسن" ہوجاتی ہے حسن لذاتہٖ نہیں؛ بلکہ اس کو حسن کے ساتھ متصف کرنا متابِع (بالکسر) اور متابَع (بالفتح) کے مجموعے کے اعتبار سے ہے۔

(ب) مختلط کی تعریف:

مختلط: اس راوی کو کہتے ہیں جس پر کسی عارض کی وجہ سے سوءِ حفظ طاری ہوگیا ہو، اور حافظہ خراب ہوگیا ہو مثلاً کوئی شخص حدیث بیان کرنے میں اپنے تحریری نوشتوں پر اعتماد کرتا تھا؛ لیکن اب اس کی بینائی جاتی رہی یا تحریری نوشتے اور کتب جل گئے یا گم ہوگئے جس کی وجہ سے اس نے اپنے حافظہ کی مدد سے حدیث بیان کرنا شروع کی اور غلطیاں ہوتی گئیں۔ (تحفۃ القمر:۳۰۹)

مستور الحال:

مستور الحال: وہ مُقِلّ (قلیل الحدیث) راوی ہے جس سے نام لے کر ایک سے زائد راویوں نے روایت کی ہو؛ مگر کسی امام نے اس کی توثیق نہ کی ہو۔

سیئ الحفظ:

سیءالحفظ: وہ راوی ہے جس کا حافظہ خراب ہوگیا ہو، جس کا معیار یہ ہے کہ درستگی کا پلہ غلطیوں کے پلے سے راجح نہ ہو؛ بلکہ یا تو اس کی غلطیاں راجح ہوں یا دونوں برابر ہوں۔

(ج) تشریح العبارۃ: "سیء الحفظ" یعنی وہ راوی جس کی یادداشت خراب ہوتی ہے، اس کی حدیث ضعیف ہوتی ہے، خواہ حافظ کی خرابی دائمی ہو یا عارضی، اِسی طرح جس مختلط کی اختلاط سے قبل اور بعد کی حدیثیں ممتاز نہ ہوں وہ ضعیف ہوتی ہیں، اِسی طرح مجہول الحال (مستور) کی حدیث کا حامل ہے اور اسی طرح جس سند میں ارسال یا تدلیس ہو وہ بھی ضعیف ہوتی ہے؛ لیکن اگر کوئی معتبر راوی ان کے موافق روایت کرے یعنی ان رُوات کا کوئی متابع یا شاہد مل جائے، چاہے ایک ہو یا زیادہ تو ان حضرات کی احادیث حسن لغیرہ ہو جائیں گی، وجہ اس کی یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی روایت میں جہاں صواب کا احتمال تھا وہیں غیر صواب کا بھی احتمال تھا اور ایسی حدیث کے سلسلہ میں توقف کیا جاتا ہے اور متوقف فیہ حدیثیں ضعیف ہوتی ہیں؛ لہٰذا یہ حدیثیں بھی ہوں گی؛ لیکن جب معتبر حضرات کی روایت ان حضرات کی روایت کے موافق مل جائے تو جانبِ صواب راجح ہو جاتی ہے اور دوسری روایت کا آنا ان حضرات کی حدیثوں کے غلطی سے محفوظ ہونے پر دلالت کرتا ہے؛ لہٰذا ان حضرات کی روایات درجۂ ضعف وتوقف سے ترقی کر کے قبولیت کے مرتبے کو پہنچ جاتی ہے؛ لیکن اس کے باوجود ان کا مقام حسن لذاتہ سے کم ہی ہوگا؛ اس لیے ان کو حسن لغیرہ کہا جاتا ہے۔

سوال: ۴۱، نخبۃ الفکر: ص/۷۵ (داخلہ ۱۴۳۷ھ)

(الف) عبارت با اعراب: ثُمَّ الْإِسْنَادُ إِمَّا أَنْ يَنْتَهِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتَضِي لَفْظُهُ إِمَّا تَصْرِيْحًا أَوْ حُكْمًا أَنَّ الْمَنْقُوْلَ بِذَالِكَ الْإِسْنَادِ مِنْ قَوْلِهٖ أَوْ فِعْلِهٖ أَوْ مِنْ تَقْرِيْرِهٖ.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عبارت کی تشریح کرتے ہوئے صریح مرفوع قولی، فعلی اور تقریری کی مثالیں بھی تحریر کریں (ج) اسناد اور متن کی تعریف کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر سند یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوگی اور سند کے بعد کا لفظ یا تو صراحۃً یا حکماً اس بات کا مقتضی ہوگا کہ اس سند سے منقول متن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے قبیل سے ہے یا افعال کے قبیل سے یا تقریرات کے قبیل سے ہے۔

(ب) عبارت کی تشریح: اس عبارت سے مصنفؒ سند اور اس کے متعلقات کی بحث ذکر کر رہے ہیں کہ غایت سند یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہوگی یا کوئی صحابیؓ ہوں گے یا تابعی یا تبع تابعی یا ان کے علاوہ کوئی اور ہوں گے۔ پہلی صورت میں جبکہ غایتِ سند آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے تو اسی حدیث کو مرفوع کہیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غایتِ سند ہونا کبھی تو صراحۃً ہوگا اور کبھی حکماً ہوگا۔

اگر غایتِ سند صراحۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ایسی حدیث کو مرفوع حقیقی اور مرفوعِ صریحی کہتے ہیں، اور اگر غایتِ سند حکماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ایسی حدیث کو مرفوع حکمی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مرفوعِ قولی صریحی: وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور اس سند سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صریح ارشاد نقل کیا گیا ہو۔

هو الحديث الذي بلغ إسناده إلى النبي ﷺ وبه يروى قول النبي ﷺ صراحة مثلًا مايقول الصحابي (فيه) سمعت النبي ﷺ يقول كذا. (تحفة الدرر: ٤٧)

مرفوعِ فعلی صریحی: وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور اس سند سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صریح ارشاد نقل کیا گیا ہو۔

هو الحديث الذي بلغ إسناده إلى النبي ﷺ وبه يروى عمل النبي ﷺ صراحةً. مثلًا مايقول الصحابي رأيت رسول الله ﷺ فعل كذا. (تحفة الدرر: ٤٧)

مرفوع تقریری صریحی: وہ حدیث ہے جس کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہو اور اس سند سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صریح تقریر منقول ہو۔

هو الحديث الذي بلغ إسناده إلى النبي صلى الله عليه وسلم وبه يروى تقرير النبي ﷺ صراحةً. مثلًا مايقول الصحابي فعلت بحضرة النبي ﷺ كذا. (تحفة الدرر: ۴۷)

(ج) اسناد کی تعریف: اسناد کے لغوی معنیٰ ٹیک لگانا اور اعتماد کرنا ہے، اصطلاحِ محدثین میں سند وہ طریق ہے جو متن تک پہنچانے والا ہے۔

هُوَ الطَّرِيْقُ الْمُوْصِلَةُ إِلَى الْمَتَنِ. (نزہۃ النظر: ۷۵)

متن کی تعریف: متن کے لغوی معنیٰ پیٹھ کے ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں متن وہ کلام ہے جس پر سند کی انتہاء ہو۔

هُوَ غَايَةُ مَايَنْتَهِي إِلَيْهِ الْإِسْنَادُ مِنَ الْكَلَامِ. (نزہۃ النظر: ۸۵)

سوال: ۴۲، نخبۃ الفکر: ص/ ۸۱ (داخلہ ۱۴۳۸ھ)

(الف) عبارت با اعراب: وَالْمُرَادُ بِاللِّقَاءِ مَاهُوَ أَعَمُّ مِنَ الْمُجَالَسَةِ وَالْمُمَاشَاةِ وَوُصُوْلِ أَحَدِهِمَا إِلَى الْآخَرِ وَإِنْ لَمْ يُكَالِمْهُ وَيَدْخُلُ فِيْهِ رُؤْيَةُ أَحَدِهِمَا الْآخَرَ سَوَاءٌ كَانَ ذٰلِكَ بِنَفْسِهِ أَوْ بِغَيْرِهِ وَالتَّعْبِيْرُ بِاللُّقِيِّ أَوْلَى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ: اَلصَّحَابِيُّ مَنْ رَأَى النَّبِيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِأَنَّهُ يُخْرِجُ حِيْنَئِذٍ ابْنَ أُمِّ مَكْتُوْمٍ وَنَحْوَهُ مِنَ الْعُمْيَانِ وَهُمْ صَحَابَةٌ بِلَاتَرَدُّدٍ.

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) صاحبِ کتاب نے صحابی کی جو راجح تعریف کی ہے اس کو نقل کر کے اس کے فوائد قیود تحریر کریں (ج) "بنفسه أو بغيره" کا مطلب واضح کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: لقاء سے مراد عام ہے کہ ایک ساتھ بیٹھنا ہو یا ساتھ چلنا ہو یا ایک کا دوسرے کے پاس پہنچنا ہو، ہر چند کہ ایک نے دوسرے سے بات چیت نہ کی ہو اور لقاء میں ایک کا دوسرے کو دیکھنا بھی شامل ہے (خواہ یہ چیزیں بالقصد ہوں یا ضمناً) لقاء کی تعبیر بعض حضرات کی اِس تعبیر سے اولیٰ ہے کہ صحابی: وہ ہے جس نے آپ ﷺ کو دیکھا ہو؛ کیونکہ رؤیت کی تعبیر اس وقت حضرت ابنِ اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ اور ان جیسے نابینا صحابہ ؓ کو (صحابہ ہونے سے) نکال دیتی ہے؛ حالانکہ یقیناً وہ صحابہ ہیں۔

(ب) صاحبِ کتاب کے نزدیک صحابی کی راجح تعریف:

صاحبِ کتاب ؒ نے عبارت مذکورہ میں صحابی کی درج ذیل تعریف کی ہے:

صحابی: اس شخص کو کہتے ہیں جس نے اسلام کی حالت میں حضور علیہ السلام سے ملاقات کی ہو اور اسلام ہی کی حالت میں انتقال ہوا ہو۔

الصحابي من لقي النبي صلّى الله عليه وسلم مؤمنا به ومات على الإسلام.

اگر درمیان میں مرتد ہو کر دوبارہ مشرف باسلام ہو گیا ہو، تو امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق صحابیت باقی رہے گی۔

اِس تعریف میں لقاء کی تعبیر اختیار کی گئی ہے، مصنف ؒ فرماتے ہیں کہ رؤیت کی تعبیر کے مقابلے میں لقاء کی تعبیر اولیٰ اور بہتر ہے۔

فوائد قیود: اس صحابی کی اس تعریف میں لفظ "لقي" جنس ہے، جس میں صحابی اور غیر صحابی سب داخل ہیں اور لفظ "مؤمنا" فصل اوّل ہے جس کے ذریعہ صحابی کی اس

تعریف سے وہ شخص خارج ہوجاتا ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات تو کی ہو؛ لیکن ایمان کی حالت میں نہ کی ہو، اسی طرح اس قید سے وہ شخص بھی صحابی ہونے سے خارج ہوجاتا ہے جس نے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات تو کی؛ لیکن اس کا ایمان آپ پر نہ ہو؛ بلکہ دیگر انبیاء علیہم السلام پر ہو، اور "مات علی الإسلام" دوسری فصل ہے اور اس سے وہ شخص صحابی کی تعریف سے نکل جاتا ہے جو اولاً تو ایمان لایا ہو؛ لیکن مرنے سے پہلے مرتد ہوگیا ہو اور اسی ارتداد کی حالت میں اس نے انتقال کیا ہو۔

(ج) "بنفسه أو بغيره" کا مطلب: علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی نے یہ بیان فرمایا کہ غیر کے ذریعہ دیکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی شخص بچہ ہو اور دوسرا شخص اس کو اُٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائے اور خود جا کر دیکھنا بنفسہٖ دیکھنا ہے۔

قوله سواء كان ذلك بنفسه أو بغيره إلخ أي سواء كان بالاستقلال بأن يقصد رؤيته على حدة، أو بالتبعية ووسيلة الغير وسواء كان ينظر إليه قصدًا، أو قصد رؤية غيره ورآه تبعًا بوقوع نظره عليه إتفاقًا من غير قصد وإلا فالرؤية بالغير مما لامعنى له، أو يقال معناه: سواء كان رؤية أحدهما للآخر بنفسه بأن يكون هو نفسه باعثًا على الرؤية، أو كان بغيره بأن يكون الباعث ذلك الغائر. وقال القطلوبغا: معنى "أو بعيره" بأن يكون صغيراً فيحمل إلى النبي صلى الله عليه وسلم. (حاشية نزهة النظر: ص/١٤٣)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال: ۴۳، نخبۃ الفکر: ص/۸۱ (داخلہ ۱۴۲۴ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَهُوَ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَلَوْ تَخَلَّلَتْ رِدَّةٌ فِي الْأَصَحِّ وَالتَّعْبِيْرُ بِاللُّقِيِّ أَوْلٰى مِنْ قَوْلِ بَعْضِهِمْ: اَلصَّحَابِيُّ مَنْ رَاَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) اور فوائد قیود کی وضاحت اور اس کی مراد لکھ کر صحابی کی دونوں تعریفوں کی تشریح کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: صحابی وہ شخص ہے جس نے بحالتِ ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو، اور اسلام ہی پر اس کی وفات ہوئی ہو اگرچہ (دیکھنے اور وفات کے درمیان) ارتداد حائل ہو گیا ہو اصح قول کے مطابق اور لقاء کی تعبیر اولیٰ و بہتر ہے بعض حضرات کی اس تعبیر سے کہ صحابی وہ ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو۔

(ب) فوائد قیود کی وضاحت:

قولہٗ ''لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ'' میں لفظ لقاء بمنزلۂ جنس ہے جس میں صحابی و غیر صحابی دونوں داخل ہیں اور ''مُؤْمِنًا'' فصل اوّل ہے اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے نکل گیا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو؛ لیکن کفر کی حالت میں، اور **قولہٗ:** ''مُؤْمِنًا بِهٖ'' میں لفظ ''بہ'' فصل ثانی ہے یعنی صحابی وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہو، لہٰذا اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے خارج ہو گیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت مؤمن تھا؛ لیکن اس کا ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں تھا؛ بلکہ دوسرے انبیاء کرام پر تھا۔

اور قولہٗ ''وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ'' فصل ثالث یعنی صحابی ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایمان کی حالت میں ملاقات کے بعد ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوا ہو، لہٰذا اس قید سے وہ شخص صحابی ہونے سے خارج ہو گیا جس نے ایمان کی حالت میں ملاقات تو کی تھی؛ لیکن مرنے سے پہلے ''العیاذ باللہ'' مرتد ہو گیا اور ارتداد ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ جیسے: عبداللہ بن جحش اور عبداللہ بن خطل۔

لقاء کی مراد: ملاقات میں بہت ہی عموم ہے، کسی شخص کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ بیٹھنا، آپ کے ساتھ چلنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس کا پہنچنا یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے پاس پہنچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی شخص کو دیکھنا، کسی کا آپ کو دیکھنا، خواہ بالقصد دیکھنا ہو یا کسی اور کو دیکھنے کا ارادہ کیا مگر نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ گئی، یہ تمام چیزیں ملاقات میں داخل ہیں۔

البتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رویت میں دو قید ہیں: ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بحالتِ زندگی دیکھا ہو، لہٰذا اگر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد دفن سے پہلے دیکھ لیا یا دفن کے بعد بحالتِ نوم دیکھ لیا تو وہ صحابی نہیں ہوگا۔

دوسری قید یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو حیاتِ دنیویہ میں دیکھا ہو، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شبِ معراج میں آسمانوں پر انبیاء کرام کو دیکھنا ان کی صحابیت کا ثبوت نہیں ہے۔ (تحفۃ القمر: ۳۵۰)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

صحابی کی دونوں تعریفیں:

(۱) پہلی تعریف: مصنفؒ نے دو تعریفیں ذکر کی ہیں: (۱) الصَّحابِیُّ: مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ.

یعنی صحابی وہ ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو اگرچہ دیکھنے اور وفات کے درمیان ارتداد حائل ہو گیا ہو۔

(۲) دوسری تعریف: اَلصَّحَابِیُّ: هُوَ كُلُّ مُسْلِمٍ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ. یعنی صحابی ہر وہ مسلمان ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور اسلام ہی پر اس کی وفات ہوئی ہو۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ۱۷۵)

تشریح: پہلی تعریف میں لقاء کی تعبیر اختیار کی گئی ہے اور دوسری تعریف میں رویت کی، مصنفؒ فرماتے ہیں کہ روایت کی تعبیر کے مقابلے میں لقاء کی تعبیر اولیٰ اور بہتر ہے؛ کیونکہ رویت کی تعبیر سے وہ حضرات صحابہ ہونے سے خارج ہو جائیں گے

جو نابینا تھے اور بحالتِ ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف ان کو حاصل تھا۔ جیسے: عبداللہ ابن ام مکتومؓ وغیرہ، حالانکہ بالاتفاق وہ صحابہ ہیں؛ لیکن لقاء کی تعبیر سے صحابہؓ میں داخل ہی رہیں گے۔ (تحفۃ القمر:۳۵۱)

سوال:۴۴، نخبۃ الفکر: ص/۸۴ (داخلہ ۱۴۳۲ھ)

(الف) عبارت بااعراب: وَيَبْقٰى بَيْنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ طَبْقَةٌ أُخْتُلِفَ فِيْ إِلْحَاقِهِمْ بِأَيِّ الْقِسْمَيْنِ، وَهُمُ الْمُخَضْرَمُوْنَ الَّذِيْنَ أَدْرَكُوا الْجَاهِلِيَّةَ وَالْإِسْلَامَ وَلَمْ يَرَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَدَّهُمْ إِبْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الصَّحَابَةِ وَادَّعٰى عِيَاضٌ وَغَيْرُهٗ أَنَّ إِبْنَ عَبْدِ الْبَرِّ يَقُوْلُ إِنَّهُمْ صَحَابَةٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) صحابی اور تابعی کی تعریف لکھتے ہوئے مطلب لکھیں اور مخضرم کی مثال پیش کر کے بتائیے کہ مخضرمین کو صحابی کہا جائے گا یا تابعی؟ صحیح قول کیا ہے؟

الجواب

(الف) ترجمہ: صحابہ اور تابعین کے درمیان ایک طبقہ باقی ہے جس کے متعلق اختلاف ہے کہ دونوں قسموں میں سے کس کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جائے، اور وہ طبقہ مخضرمین کا ہے جنہوں نے زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں پایا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ان کو نہیں ہوا ہے؛ چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ نے ان کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہے، قاضی عیاض وغیرہ نے یہ دعویٰ کیا کہ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ وہ صحابہ ہیں۔

(ب) صحابی کی تعریف:

(۱) صحابی وہ ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو، اور ایمان ہی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

(۲) صحابی وہ مسلمان ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اسلام ہی پر اس کی وفات ہوئی ہو۔

هو من لَقِيَ النبي صلى الله عليه وسلم مؤمنا به، ومات على الإسلام. (نزهة: ۸۱)

تابعی کی تعریف: تابعی وہ مسلمان ہے جس نے بحالتِ ایمان کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور اسی پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

هو الذي لقي الصحابي مؤمنا بالله وبرسوله ومات على الإسلام.

(نزهة: ۸٤)

عبارت کا مطلب: یہاں سے حافظ ابن حجرؒ مخضرمین کے صحابہ ہونے اور نہ ہونے میں جو اختلاف ہے اس کو بیان کر رہے ہیں کہ آیا ان کو صحابہ میں شمار کیا جائے گا یا تابعین میں۔

اور مؤلف نے یہ بھی فرمایا کہ حافظ ابن عبد البر نے ان کا تذکرہ صحابہ میں کیا ہے، اور قاضی عیاض وغیرہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں یہ لوگ صحابی ہیں؛ حالانکہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

مخضرمین کی مثال:

(۱) **جبیر بن نفیر:** یہ حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں مسلمان ہوئے، جبکہ وہ بالغ تھے۔ اس سے پتا چلا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔

(۲) **زید بن وہب:** یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل دیے تھے؛ لیکن جب یہ راستے ہی میں تھے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

(۳) **سُوید بن غفلہ:** جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہو گئی تب یہ پہنچے۔ (شرح الشرح: ۵۹۹)

مخضرمین کا تذکرہ طبقۂ صحابہؓ میں کیا جائے یا طبقۂ تابعینؒ میں؟ یہ بات تو قطعی

ہے کہ ان حضرات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار چونکہ نہیں ہوا تھا؛ اس لیے وہ صحابہ نہیں اور غالب گمان یہی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی ملاقات متعدد صحابۂ کرام سے ہوئی ہے، اس لیے تابعین ہیں؛ لیکن چونکہ یہ عام تابعین کی طرح نہیں ہیں؛ اس لیے ان کے متعلق کتبِ طبقات کے مصنفین کے مابین اختلاف ہو گیا کہ ان کو کس طبقہ میں ذکر کیا جائے، صحابہ کے طبقہ میں ان کا تذکرہ کیا جائے؛ اس لیے کہ صحابہ کی طرح یہ بھی قرنِ اوّل کے ہیں یا تابعین کے طبقہ میں ان کا ذکر کیا جائے؛ اس لیے کہ یہ صحابہ نہیں ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ نے اپنی کتاب "الإستيعاب في معرفة الأصحاب" میں مخضرمین کا بھی تذکرہ لکھا ہے، جبکہ وہ صحابہ کے تذکرہ کے لیے تصنیف کی گئی ہے، اس طرزِ عمل سے قاضی عیاض اور بعض محدثین کو دھوکہ ہوگا، اور انھوں نے یہ دعویٰ کر دیا کہ ابن عبدالبرؒ مخضرمین کو صحابہ کہتے ہیں، حالانکہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ ان کو طبقۂ صحابہ میں ذکر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک مخضرمین صحابہ ہیں، بالخصوص اس وقت جبکہ عبدالبرؒ نے اس کتاب کے مقدمہ میں یہ تصریح کر دی ہے کہ "میں نے مخضرمین کا تذکرہ اس کتاب کے اندر اس لیے کیا ہے تاکہ میری یہ کتاب قرنِ اوّل کے تمام لوگوں کو محیط ہو جائے۔

قول صحیح: مصنفؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ طبقۂ صحابہ کے بعد مخضرمین کا ذکر کبارِ تابعین میں کیا جائے گا، خواہ ان میں سے کسی کے متعلق معلوم ہو کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان تھے جیسے نجاشیؒ یا نہ معلوم ہو۔ (تحفۃ القمر: ٣٦٥)

سوال: ۴۵، نخبۃ الفکر: ص/...... (داخلہ ١٤٣٨ھ)

(الف) عبارت با اعراب: ثُمَّ يُقَدَّمُ فِي الْأَرْجَحِيَّةِ مِنْ حَيْثُ الْأَصَحِّيَةِ مَاوَافَقَ شَرْطُهُمَا لِأَنَّ الْمُرَادَ بِهِ رُوَاتُهُمَا مَعَ بَاقِيْ شُرُوْطِ الصَّحِيْحِ وَرُوَاتُهُمَا قَدْ حَصَلَ الْإِتِّفَاقُ عَلَى الْقَوْلِ بِتَعْدِيْلِهِمْ بِطَرِيْقِ اللُّزُوْمِ فَهُمْ،

مُقَدَّمُوْنَ عَلٰى غَيْرِهِمْ فِيْ رِوَايَاتِهِمْ وَهٰذَا أَصْلٌ لَايُخْرَجُ عَنْهُ إِلَّا بِدَلِيْلٍ فَإِنْ كَانَ الْخَبَرُ عَلٰى شَرْطِهِمَا مَعًا كَانَ دُوْنَ مَا أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ أَوْ مِثْلَهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ ضمیروں کے مراجع کی تعیین کرتے ہوئے ترجمہ کریں (ب) صحیح کی تعریف اور اس کی شرطیں تحریر کریں؟

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر اصحیت کے اعتبار سے راجح ہونے میں وہ حدیثیں مقدم ہیں جن کے موافق بخاری ومسلم کی شرط ہو؛ اِس لیے کہ ان کی شرط سے مراد ان کے رُوات ہیں، صحیح کی بقیہ شرطوں کے ساتھ اور ان کے رُوات کی توثیق کی بات پر بطریقِ التزام اتفاق ہو چکا ہے: لہٰذا ان کے رُوات اپنی روایتوں کے اندر دوسروں پر مقدم ہوں گے، ان کے رُوات کا دوسروں پر مقدم ہونا ایسا قاعدہ ہے جس سے بغیر دلیل خروج کرنا جائز نہیں؛ چنانچہ اگر حدیث ایک ساتھ دونوں کی شرطوں پر ہو، تو مسلم کی تخریج کردہ حدیث سے کمتر یا اس کے برابر ہوگی۔

(ب) صحیح کی تعریف:

هو الحديث الذي اتصل سنده برواية عادل تام الضبط غير علة ولاشذوذ.

صحیح کی شرطیں

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

صحیح لذاتہ کی پانچ شرائط ہیں:

(۱) تمام راوی ثقہ ہوں۔

(۲) حدیث کو سند کے ساتھ خوب اچھی طرح محفوظ کرنے والے ہوں۔

(۳) سند متصل ہو، یعنی درمیان سے کوئی راوی ساقط نہ ہوا ہو۔

(۴) اسناد میں کوئی علتِ خفیہ نہ ہو۔

(۵) روایت شاذ نہ ہو۔

سوال: ۴۶، نخبۃ الفکر: ص ر......۹۰ (داخلہ ۱۴۳۸ھ)

(الف) عبارت بااعراب: ثُمَّ الطَّعْنُ يَكُوْنُ بِعَشْرَةِ أَشْيَاءَ بَعْضُهَا أَشَدُّ فِي الْقَدْحِ مِنْ بَعْضٍ، خَمْسَةٌ مِنْهَا تَتَعَلَّقُ بِالْعَدَالَةِ وَخَمْسَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالضَّبْطِ وَلَمْ يَحْصُلِ الْإِعْتِنَاءُ بِتَمْيِيْزِ أَحَدِ الْقِسْمَيْنِ مِنَ الْآخَرِ لِمَصْلِحَةٍ اِقْتَضَتْ ذٰلِكَ وَهِيَ تَرْتِيْبُهَا عَلَى الْأَشَدِّ فَالْأَشَدِّ فِي مُوْجَبِ الرَّدِّ عَلٰى سَبِيْلِ التَّدَلِّيْ، لِأَنَّ الطَّعْنَ إِمَّا أَنْ يَكُوْنَ لِكَذِبِ الرَّاوِيْ أَوْ تُهْمَتِهٖ بِذٰلِكَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) عدالت اور ضبط کا مطلب لکھ کر ان سے متعلق اسبابِ طعن ترتیب وار تحریر کریں؟ (ج) "كذب الراوي أو تهمته" کے درمیان مع مثال فرق واضح کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: پھر جرح دس چیزوں کی وجہ سے ہوگی، عیب میں بعض سے سخت ہے، ان میں سے پانچ عدالتِ راوی سے متعلق ہیں اور پانچ ضبطِ راوی سے متعلق ہیں۔ ایک قسم کو دوسری سے ممتاز کرنے کا اہتمام نہیں ہوسکا ایک مصلحت کی وجہ سے، جو اس کا مقتضی تھا اور وہ مصلحت اسبابِ جرح کو ایجابِ رَد میں "الأشد فالأشد" کے قاعدے کے مطابق اُوپر سے نیچے کی طرف جاتے ہوئے مرتب کرنا ہے (اسبابِ جرح دس میں منحصر ہے) اِس لیے کہ یا تو راوی کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے جرح ہوگی یا راوی پر تہمتِ کذب کی وجہ سے جرح ہوگی۔

(ب) عدالت اور ضبط کا مطلب:

(۱) عدالت سے مراد ایسی قوت وملکہ ہے جو لوگوں کو تقویٰ ومروت کے لازم پکڑنے پر اُبھارتی ہے۔

(۲) ضبط سے مراد کسی چیز کو دل ودماغ یا تحریر وغیرہ کے ذریعہ محفوظ کر لینا۔

(بہرحال مصنفؒ نے دونوں قسموں کو ایک ساتھ بیان کیا اور اس کی مصلحت یہ ہے کہ اس طریقے پر یہ معلوم ہوجائے گا کہ موجبِ رَد میں فلاں سبب سب سے سخت ہے)۔

اسبابِ طعن بالترتیب:

اسبابِ طعن دس ہیں: (۱) کذب (۲) تہمتِ کذب (۳) فحشِ غلط (۴) کثرتِ غفلت (۵) فسق (۶) وہم (۷) مخالفتِ ثقات (۸) جہالت (۹) بدعت (۱۰) سوءِ حفظ۔

(ج) "کذب الراوي أو تهمته" کے درمیان مع مثال فرق:

کذبِ راوی کا مطلب: یہ ہے کہ حدیثِ نبویؐ میں جھوٹ بولے، جس کی صورت یہ ہے کہ جان بوجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات منسوب کرے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہی ہو۔

اور تہمتِ کذب کا مطلب: یہ ہے کہ راوی کے متعلق یہ بات تو ثابت نہیں ہوئی کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصداً کوئی جھوٹ بات منسوب کی ہے؛ مگر کچھ قرائن ایسے پاتے ہیں، جن سے اس قسم کی بدگمانی ہوتی ہے، ایسے قرائن دو ہیں، ایک: یہ کہ کوئی حدیث صرف اسی کی سند سے مروی ہو اور وہ شریعت کے بدیہی اُصولوں کے خلاف ہو۔ دوسرا: یہ کہ اس کا عام گفتگو میں لوگوں کے سامنے جھوٹ بولنا معروف ہو، دوسرا قرینہ پہلے سے کم رتبے کا ہے۔

سوال: ۴۷، نخبۃ الفکر: ص/۹۶

(الف) عبارت بااعراب: وَصِيَغُ الْأَدَاءِ الْمُشَارُ إِلَيْهَا عَلٰى ثَمَانِ مَرَاتِبَ الْأُوْلٰى سَمِعْتُ وَحَدَّثَنِيْ ثُمَّ أَخْبَرَنِيْ وَقَرَأْتُ عَلَيْهِ وَهِيَ الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ ثُمَّ قُرِئَ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ وَهِيَ الثَّالِثَةُ ثُمَّ أَنْبَأَنِيْ وَهِيَ الرَّابِعَةُ ثُمَّ نَاوَلَنِيْ وَهِيَ

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الْـخَـامِسَةُ ثُمَّ شَافَهَنِي أَيْ بِـالْإِجَازَةِ وَهِـيَ السَّـادِسَةُ، ثُمَّ كَتَبَ إِلَيَّ أَيْ بِالْإِجَازَةِ وَهِيَ السَّابِعَةُ ثُمَّ عَنْ وَنَحْوُهَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ ومطلب لکھیں (ب) سِـمَـاعٌ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ ،قَـرَأْتُ عَلَى الشَّيْخِ، قُـرَأْتُ عَلَيْهِ اورقُـرِئَ عَـلَيْـهِ وَأَنَاأَسْمَعُ کے درمیان کیا فرق ہے؟ واضح کریں (ج) یہ بھی بتلایئے کہ تحدیث اور اخبار کے درمیان اصطلاحاً فرق ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیا؟ اور اگر نہیں ہے تو کیوں نہیں؟

الجواب

(الف) ترجمہ: اور ادائے حدیث کے وہ صیغے (الفاظ) جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے آٹھ قسم کے ہیں (مرتبوں کے ہیں) پہلا مرتبہ سَـمِـعْـتُ اور حَـدَّثَـنِـیْ ہے، پھر أَخْبَرَنِي اور قَرَأْتُ عَلَيْهِ ہے اور یہ دوسرا درجہ ہے، پھر قُرِئَ عَلَيْهِ وَأَنَاأَسْمَعُ ہے اور یہ تیسرا درجہ ہے، پھر أَنْبَأَنِي ہے اور یہ چوتھا درجہ ہے، پھر نَاوَلَنِي ہے اور یہ پانچواں درجہ ہے، پھر شَافَهَنِي بِالْإِجَازَةِ ہے اور یہ چھٹا مرتبہ ہے، پھر كَتَبَ إِلَى بِالْإِجَازَةِ ہے اور یہ ساتواں درجہ ہے پھر عَنْ اور اس جیسے الفاظ ہیں۔

عبارت کا مطلب: مصنفؒ یہاں سے یہ بتلا رہے ہیں کہ ادائے حدیث کے الفاظ تو بہت ہیں؛ لیکن ان کو آٹھ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلا درجہ لفظ سَـمِـعْـتُ اور لفظ حَدَّثَنِیْ کا ہے، دوسرا درجہ لفظ أَخْبَرَنِیْ اور قَرَأْتُ عَلَيْهِ کا ہے، تیسرا درجہ قُرِئَ عَلَيْهِ وَأَنَاأَسْمَعُ کا ہے، چوتھا درجہ أَنْبَـانِي کا ہے، پانچواں درجہ نَـاوَلَنِي کا ہے، چھٹا درجہ شَـافَهَنِیْ (اس نے مجھے زبانی اجازت دی) کا ہے، ساتواں درجہ كَتَبَ إِلَيَّ بِـالْإِجَـازَةِ (اس نے میرے پاس اجازت کے ساتھ لکھ کر بھیجا) کا ہے، آٹھواں درجہ لفظ عَـنْ، قَـالَ، ذَكَـرَ، رَوَى یہ اور ان جیسے وہ الفاظ جو سماع اور عدمِ سماع دونوں کا احتمال رکھتے ہیں کا ہے۔

(ب)الفرق بين السماع من لفظ الشيخ والقراءة على الشيخ:

سِمَاعٌ مِنْ لَفْظِ الشَّيْخِ : اس لفظ کا استعمال اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ استاذ پڑھ رہا ہو اور شاگرد سن رہا ہو، اور شاگرد سنتے وقت تنہا ہے تو سَمِعْتُ واحد متکلم اور اگر اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہو تو سَمِعْنَا فُلَانًا يَقُوْلُ کہا جائے گا۔

قَرَأْتُ عَلَى الشَّيْخِ: اس صیغہ کا استعمال اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ خود شاگرد نے استاذ کے سامنے پڑھا ہو اور اس وقت وہ تنہا ہو۔

قَرَأْتُ عَلَيْهِ: اس وقت بولا جاتا ہے جبکہ خود شاگرد نے استاذ کے سامنے پڑھا ہو اور اس وقت وہ تنہا ہو۔

ملاحظہ: قرأت علی الشیخ اور قرأت علیہ دونوں ایک ہی ہیں۔

قُرِئَ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ: اس جملے کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جبکہ استاذ کے سامنے متعدد طلبہ ہوں اور پڑھنے والا راوی کے علاوہ کوئی اور ہو۔

(ج) تحدیث اور اخبار کے درمیان فرق:

تحدیث اور اخبار کے درمیان اصطلاحاً فرق ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، دو جماعتیں ہیں:

(۱) اہلِ مشرق اور ان کے متبعین کے اعتقاد و عمل میں دونوں کے اندر فرق ہے، وہ یہ کہ تحدیث کا استعمال اس وقت ہوگا جبکہ استاذ نے پڑھا ہو اور شاگرد نے سنا ہو اور اخبار کا استعمال اس وقت ہوگا جبکہ شاگرد نے پڑھا ہو اور استاذ نے سنا ہو۔

(۲) جمہور اہلِ مغرب دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے؛ بلکہ دونوں میں سے جسے چاہے استعمال کرتے ہیں، خواہ استاذ نے پڑھا ہو اور شاگرد نے سنا ہو یا شاگرد نے پڑھا ہو اور استاذ نے سنا ہو۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ۶۶۵)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

سوال: ۴۸، نخبۃ الفکر: ص/١٠٠

(الف) عبارت با اعراب: وَكَذَا اشْتَرَطُوا الْإِذْنَ فِي الْوِجَادَةِ وَهِيَ أَنْ يَّجِدَ بِخَطٍّ يَعْرِفُ كَاتِبَهُ فَيَقُوْلَ: وَجَدْتُّ بِخَطِّ فُلَانٍ، وَلَا يُسَوَّغُ فِيْهِ إِطْلَاقُ أَخْبَرَنِي بِمُجَرَّدِ ذٰلِكَ إِلَّا إِذَا كَانَ لَهُ مِنْهُ إِذْنٌ بِالرِّوَايَةِ عَنْهُ وَأَطْلَقَ قَوْمٌ ذٰلِكَ فَغَلِطُوْا وَكَذَا الْوَصِيَّةُ بِالْكِتَابِ وَهِيَ أَنْ يُّوْصِيَ عِنْدَ مَوْتِهٖ أَوْسَفَرِهٖ لِشَخْصٍ مُّعَيَّنٍ بِأَصْلِهٖ أَوْبِأُصُوْلِهٖ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) بتائیں کہ وہ جادہ اور وصیت بالکتاب کی کیا صورت ہوسکتی ہے (ج) وصیت بالکتاب کی صورت میں موصی سے موصیٰ لہٗ کے لیے روایت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حافظ ابن حجرؒ نے اس سلسلے میں اختلاف ذکر کیا ہے، آپ تفصیل کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: جمہور محدثین نے (مناولہ کی طرح) وجادہ میں بھی اِذنِ روایت کی شرط لگائی ہے اور وجادہ یہ ہے کہ (کوئی شخص) ایسی تحریر سے جس کے لکھنے والے کو وہ جانتا ہو احادیث پائے اور (بوقتِ روایت) کہے وَجَدْتُّ بِخَطِّ فُلَانٍ (میں نے فلاں کی تحریر میں پایا) وادہ میں صرف پانے کی وجہ سے اَخْبَرَنِي کا استعمال بغیر قید کے جائز نہیں ہے، مگر یہ کہ پانے والے کو صاحبِ تحریر کی جانب سے اجازت حاصل ہو تو (مطلق اخبرنی کا استعمال بغیر قید کے کرسکتا ہے) کچھ لوگوں نے مطلقاً اَخْبَرَنِي ن کا استعال کیا (بغیر قید کے) تو ان کے استعمال کو غلط قرار دیا گیا، اور اسی طرح (جمہور محدثین نے مکتوب کی وصیت میں بھی اذنِ روایت کی شرط لگائی ہے) اور وصیت بالکتاب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے انتقال یا سفر کے وقت شخص معین کے لیے اپنے ایک یا متعدد حدیثی مجموعہ کی وصیت کرے۔

(ب) وجادہ کی صورت: وجادہ کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص حدیثوں کا تحریری مجموعہ پائے اور اس کے لکھنے والے کو وہ پہچانتا ہو، خواہ پانے والا صاحبِ تحریر کا ہم عصر ہو یا نہ ہو، دونوں میں ملاقات ہوئی ہو یا نہ ہوا ور واجد نے اس سے کچھ سنا ہو یا نہ سنا ہو؛ لیکن اگر کچھ سنا ہے تو شرط یہ ہے کہ یہ حدیثیں نہ سنی ہوں، اگر پانے والا اس مجموعے سے روایت کرے تو یہ الفاظ استعمال کرسکتا ہے **وَجَدْتُّ بِخَطِّ فُلَانٍ، قَرَأْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ، فِي كِتَابِ فُلَانٍ، بِخَطِّهِ حَدَّثَنَا فُلَانٌ،** اس کے بعد سند و متن ذکر کرے مثلاً **قَرَأْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ عَنْ فُلَانٍ الخ** لیکن جمہور محدثین نے بطریقِ وجادہ روایت کے جواز کے لیے صاحبِ تحریر کی اجازت کی شرط لگائی ہے۔

وصیت کی صورت: ور وصیت بالمکتوب کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے حدیث کے ایک یا متعدد مجموعے کی وصیت متعین شخص کے لیے کرے خواہ مرتے وقت کرے یا سفر میں جاتے وقت۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) تفصيل الاختلاف في جواز رواية الموصىٰ لهٗ عن الموصي:

وصیت بالکتاب کی صورت میں مُوصی سے موصیٰ لہٗ روایت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے، بعض حضرات مثلاً ابو قلابہ، ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں محض وصیت کی بناء پر موصیٰ لہٗ کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مجموعے سے روایت کرے اور جمہور محدثین جس طرح مناولہ اور وجادہ میں اذنِ روایت کو شرط قرار دیتے ہیں اسی طرح وصیت بالکتاب میں بھی اذنِ روایت کی شرط لگاتے ہیں، ہاں اگر موصیٰ لہٗ کو موصی سے روایت کی اجازت حاصل ہو تو موصیٰ لہٗ کے لیے جائز ہے کہ وہ موصی سے روایت کرے۔ (نزہۃ النظر: ۱۲۶)

سوال: ۴۹، نخبۃ الفکر: ص/ ۱۰۳

(الف) عبارت بااعراب: **وَإِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ خَطًّا وَاخْتَلَفَتْ نُطْقًا سَوَاءٌ كَانَ مَرْجَعُ الْإِخْتِلَافِ النَّقْطَ أَوِ الشَّكْلَ فَهُوَ الْمُؤْتَلِفُ وَالْمُخْتَلِفُ**

وَمَعْرِفَتُهُ مِنْ مُهِمَّاتِ هٰذَا الْفَنِّ حَتّٰى قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ أَشَدُّ التَّصْحِيْفِ مَايَقَعُ فِي الْأَسْمَاءِ وَوَجَّهَهُ بَعْضُهُمْ بِأَنَّهُ شَيْءٌ لَايُدْخِلُهُ الْقِيَاسُ وَلَاقَبْلَهُ شَيْءٌ يَدُلُّ عَلَيْهِ وَلَابَعْدَهُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) موتلف ومختلف راوی کی تعریف اور وجہ تسمیہ ذکر کر کے عبارت کا مطلب وضاحت کے ساتھ لکھیں (ج) اختلاف فی النقط اور اختلاف فی الشکل کو مثال سے سمجھائیں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: اگر رُوات کے اسماء تحریر میں متفق ہوں اور بولنے میں مختلف ہوں، خواہ اختلاف کا تعلق نقطوں کی وجہ سے ہو یا اعراب کی وجہ سے تو یہ (نوع) مؤتلف ومختلف ہے اور اس کا جاننا اس فن (اُصولِ حدیث) کی مہتم بالشان چیزوں میں سے ہے، یہاں تک کہ علی بن المدینی کا قول ہے سب سے مشکل تصحیف وہ ہے جو (رُوات کے) اسماء میں واقع ہو، بعض حضرات نے (علی بن المدینی کے اس قول کی) دلیل یہ بیان کی ہے کہ اسماء کی تصحیف ایسی چیز ہے (جس کو درست کرنے میں) قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے، اور نہ اس کے پہلے ایسی کوئی چیز ہے جو اس پر (اس کے مُصَحَّف ہونے پر) دلالت کرے اور نہ اس کے بعد۔

(ب) موتلف ومختلف راوی کی تعریف: وہ رُوات ہیں جن کے نام لکھنے میں تو یکساں ہوں مگر تلفظ میں مختلف ہوں۔

وجہ تسمیہ: رُوات کے نام لکھنے میں یکساں ہونے کی وجہ سے مؤتلف اور تلفظ میں مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف کہا جاتا ہے۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

عبارت کی توضیح:

وَإِنِ اتَّفَقَتِ الْأَسْمَاءُ خَطًّا... سے مصنفؒ مؤتلف ومختلف کی تعریف بیان کر رہے ہیں کہ مؤتلف ومختلف سند میں مذکور رُوات کے وہ اسماء ہیں جو تحریر میں تو ایک جیسے ہو

مگر تلفظ میں مختلف ہوں، تلفظ کا یہ اختلاف خواہ نقطوں کی وجہ سے ہوا ہو یا اعراب کی وجہ سے دونوں برابر ہے۔ بعدازاں فرماتے ہیں کہ مؤتلف ومختلف کو جاننا فن اُصولِ حدیث کے اہم اور مہتم بالشان مباحث میں سے ہے اور اس کی اہمیت کے لیے یہی کافی ہیکہ امام علی بن المدینی نے فرمایا رُوات کے ناموں کی تصحیف انتہائی مشکل اور نقصان دہ تصحیف ہے۔

وَوَجَّهَهُ بَعْضُهُمْ: یعنی امام علی بن عبداللہ المدینی کے قول کی بعض لوگوں نے (ابواسحاق نجیرمی) یہ وجہ اور دلیل بیان کی ہے کہ رُوات کے اسماء کی تصحیف زیادہ مشکل اس لیے ہے؛ کیونکہ ایک تو اس میں قیاس کا کوئی دخل نہیں کہ اس کے ذریعہ صواب معلوم ہوجائے اور دوسرے سیاق وسباق کے ذریعہ بھی غلط کو صحیح سے ممتاز نہیں کیا جاسکتا ہے؛ اس لیے کہ اس کے سیاق وسباق میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو اس کے مصحف ہونے پر دلالت کرے۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر:۶۹۹)

(ج) اختلاف فی النقط: یعنی تلفظ کا اختلاف نقطوں کی وجہ سے ہا ہو، جیسے حمزہ اور جمرہ۔

اختلاف فی الشکل: یعنی تلفظ کا اختلاف اعراب کی وجہ سے ہا ہو، جیسے: عَقِیل اور عُقَیل۔ (نزہۃ النظر مع بہجۃ النظر:۱۳۰)

سوال:۵۰، نخبۃ الفکر: ص/۱۱۱

(الف) عبارت بااعراب: وَالْجَرْحُ مُقَدَّمٌ عَلَى التَّعْدِيْلِ إِنْ صَدَرَ مُبَيَّنًا مِّنْ عَارِفٍ بِأَسْبَابِهِ فَإِنْ خَلَا عَنِ التَّعْدِيْلِ قُبِلَ الْجَرْحُ مُجْمَلًا غَيْرَ مُبَيَّنِ السَّبَبِ إِذَاصَدَرَ مِنْ عَارِفٍ عَلَى الْمُخْتَارِ لِأَنَّهُ إِذَالَمْ يَكُنْ فِيْهِ تَعْدِيْلٌ فَهُوَ فِيْ حَيِّزِ الْمَجْهُوْلِ وَإِعْمَالُ قَوْلِ الْمُجَارِحِ أَوْلَى مِنْ إِهْمَائِهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب کی تشریح کریں (ج) ابن الصلاح کا مسلک ذکر کریں (د) اس سلسلے میں اسبابِ جرح میں سے کم از کم تین ذکر کریں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

الجواب

(الف) ترجمہ: جرح تعدیل پر مقدم ہوتی ہے جبکہ جرح مفسر ہو اسبابِ جرح کو جاننے والے سے صادر ہو اور اگر (مجروح) توثیق سے خالی ہو تو اس کے حق میں اجمالی غیر مُفَسَّر جرح مختار قول کے مطابق مقبول ہوگی جب کہ وہ اسبابِ جرح جاننے والے سے صادر ہو؛ اس لیے کہ جب اس کے حق میں توثیق نہیں ہوگی تو وہ مجہول کے درجہ میں ہوگا اور جرح کرنے والے کے قول کو کار آمد بنانا اس کو مہمل بنانے سے بہتر ہے۔

عبارت کی تشریح: اگر کسی راوی پر جرح بھی کی گئی ہو اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہو تو کیا مطلقاً جرح تعدیل پر مقدم ہے؟ اس بارے میں اقوال مختلف ہیں؛ لیکن مصنفؒ اس عبارت میں اپنا اور جمہور کا مسلک بیان فرمارہے ہیں، مصنفؒ اور جمہور کے نزدیک جرح کے تعدیل و توثیق پر مقدم ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں: (۱) جرح مفسر ہو، یعنی اس میں جرح کا سبب بیان کیا گیا ہو مثلاً ضعیف ہے، اس لیے کہ حافظہ خراب ہے، ضعیف ہے؛ کیونکہ وضع حدیث کرتا ہے (۲) جرح اسباب جرح جاننے والے سے صادر ہو؛ اس لیے کہ اگر پہلی شرط نہیں پائی گئی یعنی اگر وہ جرح غیر مفسر ہو تو ثابت العدالۃ شخص کے بارے میں وہ جرح مؤثر نہیں ہوگی اور اگر دوسری شرط نہیں پائی گئی یعنی وہ جرح اسبابِ جرح کو نہ جاننے والے سے صادر ہو تو وہ جرح مطلقاً مؤثر نہیں ہے؛ لیکن اگر راوی پر صرف جرح ہو کسی نے اس کی توثیق و تعدیل نہ کی ہو تو مختار قول کے مطابق اس راوی کے حق میں جرحِ غیر مفسر بھی مقبول ہوگی؛ لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ جارح اسبابِ جرح جاننے والا ہو؛ اس لیے کہ جب وہ راوی توثیق سے خالی ہے تو وہ مجہول کے حکم میں ہے اور اس کے سلسلے میں صرف جرح کرنے والے کا قول ہے، اور جرح کرنے والے کے قول کو کار آمد بنانا لغو قرار دینے سے بہتر ہے؛ اس لیے اس کے حق میں جرحِ غیر مفسر بھی مقبول ہوگی۔ (شرح شرح نخبۃ الفکر: ۱۴۱-۷)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) ابن الصلاح کا مسلک:

ومال ابن الصلاح في مثل هٰذا الى الوقف: حافظ ابن الصلاح نے اس مسئلے میں توقف اختیار کیا ہے۔

(د) اس سلسلے میں اسبابِ جرح میں سے کم از کم تین ذکر کریں۔

(د) جرح وتعدیل کی تعریف:

محدثین کی اصطلاح میں ''جرح'' کہتے ہیں کہ راوی کے اندر ایسی صفات کا پایا جانا جن کی وجہ سے اس کی حدیث مردود اور نا قابلِ اخذ ہو جائے۔

اور تعدیل: کہتے ہیں کہ راوی کے اندر ایسی صفات کا پایا جانا جن کی وجہ سے اس کی عدالت اور ضبط میں مزید توثیق ہو جائے۔

اسبابِ طعن: اسباب جرح دس ہیں، پانچ راوی کی عدالت سے متعلق اور پانچ راوی کے ضبط سے متعلق۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

راوی کی عدالت سے متعلق پانچ اسباب:

(۱) کذب (۲) تہمتِ کذب (۳) فسق (۴) بدعت (۵) جہالت

راوی کے ضبط سے متعلق:

(۱) فحشِ غلط (۲) کثرتِ غفلت (۳) سوءِ حفظ (۴) وہم (۵) مخالفتِ ثقات

(ماخوذ از نزهة النظر من مقامات مختلفه)

سوال: ۵۱، نخبۃ الفکر: ص/۱۱۸

(الف) عبارت با اعراب: وَمِنَ الْمُهِمّ أَيْضًا مَعْرِفَةُ آدَابِ الشَّيْخِ وَالطَّالِبِ، وَيَشْتَرِكَانِ فِي تَصْحِيحِ النِّيَّةِ وَالتَّطْهِيرِ عَنْ أَغْرَاضِ الدُّنْيَا، وَتَحْسِينِ الْخُلُقِ وَيَنْفَرِدُ الشَّيْخُ بِأَنْ يُسْمِعَ إِذَا احْتِيجَ إِلَيْهِ، وَأَنْ لَّا يُحَدِّثَ بِبَلَدٍ فِيهِ أَوْلَى مِنْهُ؛ بَلْ يُرْشِدُ إِلَيْهِ، وَلَا يَتْرُكُ إِسْمَاعَ أَحَدٍ لِنِيَّةٍ فَاسِدَةٍ، وَأَنْ يَّتَطَهَّرَ. وَيَجْلِسَ

بِوَقَارٍ، وَلَايُحَدِّثُ قَائِمًا وَلَاعَجِلًا، وَلَافِي الطَّرِيْقِ إِلَّاإِنِ اضْطُرَّ إِلٰى ذَالِكَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) محدث اور طالب کے مذکورہ آداب کو بوضاحت تحریر کریں۔

الجواب

(الف) ترجمہ: اور استاذ وشاگرد کے آداب کو بھی جاننا اہم چیزوں میں سے ہے اور دونوں شریک ہیں نیت کو صحیح اور دنیوی چیزوں سے پاک کرنے میں اور عمدہ اخلاق اختیار کرنے میں، استاذ کے ساتھ خاص یہ ہے کہ اس وقت سنائے جب اس کی ضرورت ہو، ایسے شہر میں نہ بیان کرے، جس میں اس سے اعلیٰ شخص موجود ہو؛ بلکہ اس کی طرف رہنمائی کردے، کسی کو سنانا اس کی غرض فاسد کی وجہ سے ترک نہ کرے، پاک وصاف رہے، وقار کے ساتھ بیٹھے، کھڑے کھڑے نہ بیان کرے، جلد جلدی نہ بیان کرے، نہ راستہ میں بیان کرے؛ مگر یہ کہ ان پر وہ مجبور ہو جائے۔

(ب) محدث اور طالب کے مذکورہ آداب کی وضاحت:

مصنفؒ یہاں سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ استاذ وشاگرد کے جو آداب ہیں وہ تین طرح کے ہیں:

(۱) وہ آداب جن میں استاذ وشاگرد دونوں مشترک ہوں۔

(۲) وہ آداب جو استاذ کے ساتھ خاص ہوں۔

(۳) وہ آداب جو طالبِ علم کے ساتھ خاص ہوں۔

پہلی قسم کے آداب جن میں استاذ وشاگرد دونوں شریک ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) نیت کی تصحیح کرنا۔

(۲) دنیوی چیزیں مثلاً جاہ ومال سے نیت کو پاک کرنا۔

(۳) عمدہ اخلاق سے متصف ہونا۔

دوسری قسم کے آداب جو شیخ کے ساتھ مخصوص ہیں وہ یہ ہیں:

جب اس کی حدیث کی ضرورت پڑے، تو سنائے، بلا ضرورت نہ سنائے۔

(۲) ایسے شہر میں نہ بیان کرے جس میں اس سے افضل شخص موجود ہو؛ بلکہ اگر کوئی بیان کرنے کا مطالبہ کرے، تو اس کی طرف بھیج دے۔

(۳) اگر کوئی غلط نیت کے ساتھ سننے کے لیے آئے، تو اس کو بھی سنائے، غلط نیت کی وجہ سے سنانا ترک نہ کرے۔

(۴) ظاہری و باطنی گندگیوں سے اپنے کو پاک وصاف رکھے۔ (طالبِ علم کے لیے بھی یہ ضروری ہے)

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(۵) وقار اور اطمینان سے بیٹھے۔

(۶) بلا سخت ضرورت کھڑے کھڑے نہ بیان کرے۔

(۷) بلا اشد ضرورت جلدی جلدی نہ بیان کرے۔

(۸) بلا سخت ضرورت راستے میں نہ بیان کرے، ہاں اگر ان تینوں کی سخت ضرورت پیش آجائے، تو کوئی حرج نہیں ہے۔

تیسری قسم کے آداب جو طالبِ علم کے ساتھ خاص ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) اپنے استاذ کی خوب تعظیم وتوقیر کرے۔

(۲) زیادتی کا مطالبہ کر کے یا بے ضرورت سوال کر کے یا بے وقت سنانے کا طالبہ کر کے استاذ کو تنگ نہ کرے۔

(۳) جو حدیثیں سنے ان کی طرف دوسروں کی بھی رہنمائی کر دے۔

(۴) حیاء یا تکبر کی وجہ سے کسی استاذ سے استفادہ کرنے سے نہ رُکے۔

(۵) جو کچھ سنے اس کو مکمل لکھ لے، منتخب نہ کرے۔

(۶) مشتبہ کلمات پر نقطے اور اعراب لگانے کا اہتمام کرے۔

(۷) اپنی محفوظات کا اپنے سے یا کسی دوسرے ساتھی سے مذاکرہ وتکرار کرے، تاکہ وہ ذہن میں پیوست ہوجائے۔ (تحفۃ القمر:۵۳۵)

سوال:۵۲،نخبۃ الفکر:ص/۱۵۱

(الف)عبارت بااعراب: فَإِنْ قَلَّ عَدَدُهُ أَيْ عَدَدُ رِجَالِ السَّنَدِ فَإِمَّا أَنْ يَنْتَهِيَ إِلٰى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذٰلِكَ الْعَدَدِ الْقَلِيْلِ بِالنِّسْبَةِ إِلٰى سَنَدٍ آخَرَ يَرِدُ بِهٖ ذٰلِكَ الْحَدِيْثُ بِعَيْنِهٖ بِعَدَدٍ كَثِيْرٍ أَوْ يَنْتَهِيُ إِلٰى إِمَامٍ مِنْ أَئِمَّةِ الْحَدِيْثِ ذِيْ صِفَةٍ عَلِيَّةٍ كَالْحِفْظِ، وَالْفِقْهِ، وَالضَّبْطِ، وَالتَّصْنِيْفِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الصِّفَاتِ الْمُقْتَضِيَةِ لِلتَّرْجِيْحِ؛ كَشُعْبَةَ، وَمَالِكٍ، وَالثَّوْرِيِّ، وَالشَّافِعِيِّ، وَالْبُخَارِيِّ، وَمُسْلِمٍ، وَنَحْوِهِمْ.

(الف)عبارت پر اعراب لگاکر ترجمہ کریں (ب)اسناد کی اہمیت پر قدرے روشنی ڈالیں، بعدہٗ علو ونزول کے لغوی واصطلاحی معنیٰ بیان کرکے سند کی دونوں قسموں کی وضاحت کریں (ج)نیز علو نسبی اور نزول نسبی کا مطلب تحریر فرمائیں۔

الجواب

(الف)ترجمہ: پس اگر سند کے افراد کی تعداد کم ہو یا تو وہ سند نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچے گی، اسی عدد قلیل کے ساتھ دوسری ایسی سند کی طرف نسبت کرتے ہوئے جس سند کے ذریعہ بعینہٖ وہ حدیث عددِ کثیر کے ساتھ وارد ہوئی ہے یا وہ سند ائمہ حدیث میں سے کسی ایسے امام کی طرف پہنچے گی جو بڑی صفت والا ہے، جیسے حفظ، فقہ، ضبط، تصنیف اور اس کے علاوہ وہ صفات جو ترجیح کی مقتضی ہیں جیسے شعبہ، مالک، ثوری، شافعی، بخاری، مسلم اوران جیسے دیگر حضرات۔

(ب)**اسناد کی اہمیت**: یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اسناد کی اس امت کے لیے خاص

فضیلت ہے، اس لیے کہ گزشتہ امتوں میں اس کی کوئی اہمیت نہ تھی؛ چنانچہ ابن مبارکؒ کہتے ہیں:
"الإسناد من الدين، ولولا الإسناد يقال من شاء ماشاء" یعنی سند دین کا ایک جزء ہے اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ دیتا، اور سفیان ثوریؒ کہتے ہیں: "الإسناد سلاح المؤمن" (سند مومن کا ہتھیار ہے) اسی طرح اور بھی بہت سے اقوال ہیں، لہٰذا مسلمان پر واجب ہے کہ نقلِ حدیث کے سلسلے میں جو واسطے ہیں ان پہ اعتماد رکھے۔ (ماخوذ من المصطلح:۱۸۱)

علو و نزول کے لغوی و اصطلاحی معنیٰ: علو کے لغوی معنیٰ رفعت و بلندی کے ہیں، اور نزول کے لغوی معنیٰ اُترنے اور فروتر ہونے کے ہیں۔ اصطلاحی معنیٰ یہ ہیں کہ ایک حدیث متعدد سند سے مروی ہو اور اس حدیث کی ایک سند میں رواۃ کی تعداد کم ہو اور دوسری سند میں زیادہ، پس کم والی کو "علو" اور زیادہ والی سند کو "نزول" کہتے ہیں۔

سند کی دونوں قسموں کی وضاحت:

(۱) جس حدیث میں سند رواۃ کی تعداد بعینہ اس حدیث کی دوسری سند سے کم ہو تو "سند عالی" کہتے ہیں۔

(۲) جس حدیث میں سند رواۃ کی تعداد بعینہ اس حدیث کی دوسری سند سے زیادہ ہو تو "سند نازل" کہتے ہیں۔

Website:MadarseWale.blogspot.com
Website:NewMadarsa.blogspot.com

(ج) علو نسبی اور نزول نسبی کا مطلب:

علو نسبی: علو نسبی یہ ہے کہ کسی حدیث کی متعدد اسناد میں سے کسی سند میں راوی اوّل سے لے کر کسی ایسے امام تک جو کہ بلند صفات والا ہو مثلاً حفظ و فقہ والا ہو، رواۃ کی تعداد کم ہو مثلاً صحاح ستہ کے محدثین اور امام شافعی، امام مالک، ثوری، شعبہ رحمہم اللہ اور آپ کے درمیان رواۃ کی تعداد کا کم ہونا اگرچہ امام و محدثین کے بعد آپ تک تعداد رواۃ زیادہ ہو۔

نزولِ نسبی: نزولِ نسبی یہ ہے کہ کسی حدیث کی متعدد اسناد میں سے کسی سند میں راوی اوّل سے لے کر محدث تک رواۃ کی تعداد زیادہ ہو۔ (نظرۃ النظر: ص/۲۴۴)

□❖□